دفاع عقیدہ توحید

رد عقیدہ تثلیث

(عیسائی عالم پاسٹر نوید ملک کی کتاب "روح اللہ" کا تحقیقی جواب)

www.KitaboSunnat.com

تالیف

محمد حسین میمن

اسلامک میسیج آرگنائزیشن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

خاور رشید بٹ

دفاع عقیدہ توحید
رد عقیدہ تثلیث

(عیسائی عالم پاسٹر نوید ملک کی کتاب "روح اللہ" کا تحقیقی جواب)

تالیف:

محمد حسین میمن

(پریذیڈنٹ: اسلامک میسج آرگنائزیشن و ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن)

نظر ثانی

شیخ خاور رشید بٹ

(استاد اسلامک یونیورسٹی المحمدیہ لاہور)
(انچارج سیرت سیکشن ادارہ حقوق النساء ویلفیئر فاؤنڈیشن)

اسلامک میسج آرگنائزیشن
(ادارہ تحفظ حدیث فاؤنڈیشن)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں

دفاع عقیدہ توحید
رد عقیدہ تثلیث

تالیف : محمد حسین میمن

ناشر : اسلامک میسج آرگنائزیشن

کمپوزنگ اینڈ پرنٹنگ : مسلم گرافکس 0322 3427156

اشاعت اوّل : ۲۰۱۳

Web: www.islamicmsg.org
Email: info@islamicmsg.org
Facebook: islamicmessageorganization

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

جناب مسیح علیہ السلام ۴-۸ ق م کے دوران معجزانہ طور پر پیدا ہوئے اور بقول بائبل تیس برس کی عمر میں تبلیغ شروع کی۔ (لوقا۳: ۲۳)

ان کی پیش کردہ مذہب اور دین کو مسیحیت، عیسائیت، نصرانیت اور کرسچینٹی (Christianity) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

جناب مسیح علیہ السلام خود یہودی تھے اور انہی کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوئے۔ نیز انہوں نے نئی شریعت پیش نہیں کی بلکہ تورات کو ہی اپنا دستور العمل قرار دیا۔ (متی ۵:۱۷، متی ۱۰: ۵-۶، متی ۱۵: ۲۴)

لیکن بعد میں ان کے نام کو استعمال کر کے پوری دنیا کو اپنا مدعو قرار دیا جو سراسر بائبل کے خلاف ہے۔

جناب مسیح علیہ السلام چونکہ اصولی طور پر ایک نبی، پیغمبر اور رسول تھے، خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے اس لیے ان کی دعوت بھی دیگر انبیاء کی طرح ہی کھری اور سیدھی تھی۔ سو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور توحید کا پرچار کیا۔ (متی ۴: ۱۱-۱۰)، مرقس ۱۲: ۳۰-۲۸، لوقا۱۰: ۲۵-۲۸)

اعمال اور شریعت کی پابندی ضروری قرار دی۔ (لوقا۱۶: ۴۶-۴۹)، متی ۱۹: ۱۶-۲۱، متی ۱۵: ۱۹)

گناہ ہو جانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے پر زور دیا۔ (لوقا۱۵: ۳-۳۲، متی ۴: ۱۷)

لیکن قرآن مجید چونکہ پہلی کتابوں کا محافظ اور ان کی اصل تعلیم سامنے لانے والا ہے سو اس نے جناب مسیح علیہ السلام کی اسی مذکورہ بالا تعلیم کو ہی اصل قرار دیا جبکہ یہودی النسل پولوس جو جناب مسیح علیہ السلام کا ہم عصر تھا لیکن آپس میں ملاقات نہ ہو سکی، مسیح اور ان کے پیروکاروں کا سخت دشمن تھا۔ ۳۸ء کو دمشق جاتے میں اس نے کہانی گھڑی اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسیحیت کا لبادہ اوڑھ لیا۔ (رسولوں کے اعمال ۹: ۳-۷)

اس نے جناب مسیح علیہ السلام کی حقیقی تعلیم کو فلسفیانہ رنگ اور بت پرست اقوام کو راغب کرنے کے لیے تبدیلی کی بنیاد رکھی۔ سو خود کہتا ہے:

"میں نے خدا کے فضل کے موافق جو مجھے دیا گیا عقل مند معمار کی مانند نیو رکھی اور دوسرا اس پر عمارت اٹھاتا ہے" (ا۔ کرنتھیوں ۱۳: ۱۰)

لہٰذا اس کام کے لیے جھوٹ اور منافقانہ روش کو اختیار کیا اور نہایت بودی دلیل کو سہارا بنایا۔ لکھتا ہے:

"میں یہودیوں کے لیے یہودی بنا تاکہ یہودیوں کو کھینچ لاؤں اور جو لوگ شریعت کے ماتحت ہیں ان کے لیے میں شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت کے ماتحتوں کو کھینچ لاؤں اگرچہ خود شریعت کے ماتحت نہ تھا، کمزوروں کے لیے کمزور بنا تاکہ کمزوروں کو کھینچ لاؤں میں سب آدمیوں کے لیے سب کچھ بنا ہوا ہوں تاکہ کسی طرح سے بعض کو بچاؤں۔" (ا۔ کرنتھیوں ۹: ۲۰-۲۲)

دوسری جگہ یوں کہتا ہے:

"اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے اور ہم کیوں برائی نہ کریں تاکہ بھلائی پیدا ہو۔" (رومیوں ۳: ۷-۸)

اس شخص کی فراہم کردہ بنیادوں پر موجودہ مسیحیت کھڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ مسیحیت کا حقیقی بانی اسے ہی قرار دیا جانا چاہیے نہ کہ جناب مسیح علیہ السلام کو۔

اس نے جناب مسیح علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے رتبہ سے اٹھایا اور ایسی جگہ لے گیا جہاں سے لوگوں نے انہیں خدا، خدا کا بیٹا اور اقنوم ثلاثہ کا ایک رکن تسلیم کرنا شروع کر دیا۔ پھر کفارہ کا نظریہ پیش کیا اور لوگوں کو شریعت و اعمال کی پابندی سے آزاد کر دیا۔ نیز غیر یہودی اقوام میں بھی اپنے اس پیغام کو لے کر گیا اور انہیں پیچھے لگانے کے لیے ان جیسا ہی بنا اسی بنیاد پر اس کا اور مسیحیوں کے حقیقی رہنما جناب پطرس (حواری) کا اختلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوا اور راہیں جدا ہو گئیں۔ چونکہ غیر یہودی اقوام پولوس کے پیش کردہ نظریات کو اتنا عجیب نہ سمجھتے تھے سو آہستہ آہستہ اس کے پیرو بنتے گئے اور جناب پطرس پس منظر میں چلے جاتے ہیں اور پولوس غیر قوموں کے رسول کے طور پر نمایاں ہو جاتا ہے۔

اناجیل اربعہ بھی اسی کے زیر اثر لکھی گئیں کیونکہ اس کے خطوط کے بعد انہیں لکھا گیا۔ (قاموس الکتاب، ص ۱۹۲)

۳۱۳ء میں روم کے شہنشاہ قسطنطین نے مسیحیت کو قبول کیا (رسولوں کے نقش قدم پر، ص ۵) لیکن یہ وہی مسیحیت تھی جو پولوس نے پیش کی تھی نہ کہ حواریوں کی۔

سو سیاسی غلبہ بھی حاصل ہو گیا اور یہ نظریات بجا درست ہونے کے مزید بگڑ گئے اور آج کی مسیحیت انہی عقائد کی حامل نظر آتی ہے۔ (الا ماشاء اللہ)

ان نظریات و عقائد اور دیگر مذاہب میں غلط رسوم و رواج اور غلط عقائد کی درستگی کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری پیغمبر ۶۱۰ء کو فاران میں (مکہ) میں مبعوث کیا۔ انہوں نے آکر جہاں دیگر مذاہب کو سیدھا راستہ دکھایا وہاں مسیحیت کی بگڑی شکل کو بھی سنوارا اور جناب مسیح علیہ السلام کی عزت و وقار اور ان کی اصل حقیقت و پیغام دنیا والوں کے سامنے نمایاں کیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ مسیحیت کے حامی لوگ حقیقت سامنے آجانے کے بعد راہ ھدایت قبول کر لیتے لیکن (سعید روحوں کو چھوڑ کر) انہوں نے بے بنیاد اور دلائل سے خالی پولوسی مذھب کو سہارا دینے کی ٹھانی۔ اس کے لیے جو کرنا پڑا انہوں نے کیا، کیونکہ بنیاد تو پولوس انہیں دے چکا تھا (جھوٹ اور منافقت اور غلط طریقے استعمال کرنے کی)۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کو ایسے روپ میں پیش کیا کہ ناواقف لوگ ڈرنے لگے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ نور تھا جسے یہ پھونکوں سے بجھانا چاہتے تے۔ سو یہ پھیلتا چلا گیا اور آخر کار ہر گھر خواہ کچی مٹی کا ہو یا چونا گچ، کپڑے کا ہو یا لکڑی کا وہاں تک یہ پیغام پہنچ جائے گا۔

نور خدا کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ساتھ ان لوگوں نے قرآن مجید میں پیش کردہ حقائق اور جناب مسیح علیہ السلام کی عزت و ناموس کو اپنی مطلب براری کے لیے غلط استعمال کرنا شروع کر دیا اور ایسی ایسی تاویل کی اور اسے ایسا جامہ پہنایا جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ لیکن ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے بندے کھڑے ہوتے رہے اور ان کی ریشہ دوانیاں اور مغالطات کا پردہ چاک کرتے رہے۔ (اللہ تعالیٰ سب کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے)

ہمارے زمانے میں بھی بعض مسیح سکالر اور پادری حضرات ایسے ہیں جو اس مشن کو آگے بڑھائے ہوئے ہیں اور اسلام پر طعن و تشنیع کے تیر برساتے رہتے ہیں۔ نیز اسلام اور پیغمبر اسلام کو گالی گلوچ کرنا تو ان کا معمول ہے۔ کہیں کارٹون بنا کر بغض کا اظہار کیا جاتا ہے اور کہیں قرآن پر مقدمہ چلا کر غصہ نکالا جاتا ہے۔

اسی طرح یوٹیوب پر مختلف مسیحی پادریوں کے کلپ ہیں جن میں حیا باختہ اور شرم سے آری لچر گفتگو کی گئی۔ جبکہ بعض ذرا سنجیدہ لیکن مغالطہ آمیزی سے کام لیتے ہیں۔

انہی میں سے ایک پادری نوید ملک صاحب ہیں جنہوں نے اسلام پر اعتراضات اور مسیحیت کے حق میں کلپ نیٹ پر چھوڑے ہیں۔ نیز انہوں نے ایک کتابچہ لکھا جس میں قرآن آیات کو اپنے مقصد کے قالب میں ڈھالا اور توڑ مروڑ کر پیش کیا۔

اس کے حوالے سے یہ افواہ بھی پھیلا دی کہ کوئی مسلمان اس کا جواب نہیں لکھ سکتا۔ ظاہر ہے اپنے حلقہ احباب میں تو یہ بہت مفید سمجھی جانے والی بڑ ہے، لیکن یہ واقعی ایک بڑ تھی اور وہ بھی دیوانے کی۔

اللہ تعالیٰ نے اسی مذکورہ پادری صاحب کے شہر کراچی سے ہی اپنے ایک بندے کو کھڑا کیا اور اس کی دسیسہ کاریوں کو عوام کے سامنے عیاں کر کے سلف صالحین کی روایت کو قائم رکھا۔ میری مراد الشیخ محمد حسین میمن حفظہ اللہ ہیں۔ جن کا اصل میدان تو تحفظ حدیث ہے لیکن انہوں نے اس میدان میں بھی قدم رکھ کر مخالفین اسلام کے لیے خطرے کی گھنٹی بجا دی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

میں نے اس تحریر کو اول تا آخر بالاستیعاب دیکھا ہے جو بہت اچھی کاوش ہے۔
اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کے لیے سرگرداں افراد کے لیے ذریعہ نجات بنائے اور مصنف موصوف کی حسنات قبول فرمائے۔ آمین

خاور رشید بٹ

مدرس دار العلوم المحمدیہ لوکو ورکشاپ مغل پورہ لاہور
انچارج سیرت سیکشن ادارہ حقوق النساء ویلفئیر فاؤنڈیشن لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ، اما بعد!

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سزاوار ہیں جو تمام کائنات کا اکیلا پالنے والا ہے، اس کے کسی کام میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے، نہ اس کی کوئی بیٹھک، نہ وزیر، نہ مشیر، اور نہ ہی اس کی کوئی شوریٰ ہے۔ جس کے صلاح مشورے سے وہ کام کرے، بلکہ تمام مخلوقات ایک اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب کے سب اللہ تعالیٰ ہی کے بندے ہیں۔ جن سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ عیسائی حضرات زبردست غلو کا شکار ہو چکے ہیں اور وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا حقیقی بیٹا، جبکہ بعض روحانی بیٹا قرار[1] دیتے ہیں۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ کا کوئی حقیقی بیٹا ہے اور نہ ہی لے پالک اور نہ ہی کوئی روحانی بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کمزوریوں اور رشتوں سے پاک ہے۔ بلکہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا بندہ بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾[2]

”وہ (عیسیٰ علیہ السلام) ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا تھا“

عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے تھے:

عیسائیوں نے بہت بڑا غلو کیا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا۔ اس غلو سے ان کو روکا گیا:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾[3]

”اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو“

دراصل یہ خطاب نصاریٰ کو ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو کبھی خدا کا بیٹا قرار دیا اور

[1] اگر روحانی کہا جائے تو پھر اکلوتا بیٹا کیسے؟ کیونکہ روحانی اعتبار سے تو بائبل میں کئی لوگوں کو خدا کا بیٹا کہا گیا۔
[2] الزخرف:43:59
[3] النساء:4:171

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کبھی تین خداؤں میں سے تیسرا قرار دیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سختی سے اس باطل عقیدے کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ایک کا تین یا تین کا ایک نہیں بلکہ وہ واحد اور تنہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ﴾[1]

''یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے''

عیسائیوں کی یہ عجیب منطق ہے کہ توحید فی التثلیث، تثلیث فی التوحید جس کو وہ خود بھی ثابت نہیں کر پائے۔ اور اپنی ہی کہی میں الجھ جاتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ خدا عیسیٰ اور روح القدس تینوں خدا ہیں اور یہ تینوں خدا مل کر بھی ایک ہی خدا بنتے ہیں۔ یعنی وہ توحید کو تثلیث میں اور تثلیث کو توحید میں اس طرح گڈ مڈ کرتے ہیں کہ انسان اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جائے پھر اس کے بعد بھی وہ اس الجھن کو کبھی سلجھا نہیں سکے۔ آج عیسائیت کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہو گئے۔

غور کیجیے کہ اگر خدا اور مسیح ایک ہی ہیں اور مسیح اللہ کا کلمہ (اس کی صفت) ہی ہیں جیسے عیسائی باور کرواتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب مسیح علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا تو خدا بھی مصلوب ہو گیا (نعوذ باللہ)۔ حالانکہ خدا تو غالب ہوتا ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے کہ کسی عقیدے کا سمجھ نہ آنا الگ بات ہے اور اس کا عقل کے خلاف ہونا دوسری بات ہے۔ صحیح نظریہ عقل و فہم سے بالاتر تو ہو سکتا ہے لیکن خلاف عقل نہیں۔ جبکہ تثلیث فی التوحید کا عقیدہ خلاف عقل ہے۔ انھی مسائل کی وجہ سے عیسائی علماء اپنے مذموم عقائد میں دھنستے چلے جا رہے ہیں کہ خالق کو مخلوق کے ساتھ گڈ مڈ کر دیا، انھی باطل عقائد کی وجہ سے یہ اپنا دفاع نہیں کر پاتے۔

چند مہینوں قبل مجھے معلوم ہوا کہ ایک عیسائی محقق نوید ملک صاحب نے ایک کتاب تحریر کی جس کا نام ''روح اللہ'' ہے۔ نوید ملک نے اپنی کتاب میں سورۃ آل عمران کی آیت ۴۳۔۵۵ تک ترجمہ کے ساتھ ساتھ اپنی تفسیر بھی کی ہے اور اس کے بعد آخر میں

[1] المائدہ: 73:5

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس منظر (Out of context) سے ہٹ کر اپنی من مانی تاویلات کا بھی اظہار کیا ہے۔

مجھے احباب نے یہ کتاب لا کر دی، میں نے جب اسے پڑھا تو یہ مثال میرے ذہن میں آئی کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ کیونکہ نوید صاحب نے قرآن مجید سے جتنے دلائل عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا کلمہ (کلام) اور روح اللہ (یعنی اللہ کی روح) ثابت کرنے کے لیے دیئے ہیں انہیں زبردستی اپنے مطلب کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید ہی وہ واحد کتاب ہے جس نے تمام انبیاء کی توقیر کو قائم رکھا ہے ورنہ دیگر کتب میں جو انبیاء علیہم السلام کے نقشے کو بگاڑ کر پیش کیا گیا وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا جزء اور اقانیم ثلاثہ نہیں بلکہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے خود عیسیٰ علیہ السلام اعلان فرما رہے ہیں کہ:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ ﴾[1]

"بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا رستہ ہے"

مندرجہ بالا آیت میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبدیت کو واضح کیا۔ کیونکہ عبادت کرنے والا مخلوق ہے اور جس کی عبادت کی جائے وہ خالق ہے۔

نوید ملک صاحب نے سورۃ آل عمران کی آیات نمبر ۴۲ تا ۵۵ تک اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ انہوں آیات کے ترجمے کے ساتھ ساتھ جو بھی خیانتیں کی ہیں ہم قارئین کے سامنے واضح کریں گے۔ یہ جواب چند مباحثات پر مبنی ہوں گیں۔

1. عیسیٰ علیہ السلام "کلمۃ اللہ" ہیں اس کا صحیح مطلب۔
2. عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اس کا صحیح مطلب۔
3. عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں بائبل کی رو سے۔
4. مصنف نے جہاں آیات میں غلطیاں کیں اس کی وضاحت۔
5. قرآن کریم کی آیات کو غلط معنی میں استعمال کیا گیا، اس کی وضاحت۔
6. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی بائبل میں۔

ہم اپنی گزارشات سے قبل سورۃ آل عمران کی آیات نقل کریں گے مع ترجمہ اس

[1] آل عمران: 51

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ہم پادری صاحب کے ترجمہ کا تجزیہ کریں گے کہ انہوں نے صحیح ترجمہ کے ساتھ کیا کیا ستم ڈھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى
نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ○
ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ
اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ○ اِذْ
قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى
ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى
الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ
بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ
فَيَكُوْنُ ○ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ○ وَرَسُوْلًا اِلٰى
بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ
كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ
وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ
بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ
بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ
فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ
مَنْ اَنْصَارِىْٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ
الشّٰهِدِيْنَ ○ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ○ اِذْ قَالَ اللّٰهُ
يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ
الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ
فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴾[1]

[1] آل عمران: ۴۲۔۵۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کر لیا اور تجھے پاک کر دیا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تیرا انتخاب کر لیا۔ اے مریم تم اپنے رب کی اطاعت کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ یہ غیب کی خبروں سے جسے ہم تیری طرف وحی سے پہنچاتے ہیں، تو ان کے پاس نہ تھا جب کہ وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ مریم کو ان میں سے کون پالے گا؟ اور نہ تو ان کے جھگڑنے کے وقت ان کے پاس تھا۔ جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں ذی عزت ہے اور وہ میرے مقربین میں سے ہے۔ وہ لوگوں سے اپنے گہوارے میں باتیں کرے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی اور وہ نیک لوگوں میں سے ہو گا۔ کہنے لگیں الٰہی مجھے لڑکا کیسے ہو گا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، فرشتے نے کہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے ہو جا! تو وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے لکھنا اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا۔ اور وہ بنی اسرائیل کی طرف سے رسول ہو گا، کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں، میں تمہارے لئے پرندے کی شکل کی طرح مٹی کا پرندہ بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اچھا کر لیتا ہوں اور مردے کو جگا دیتا ہوں اور جو کچھ تم کھاؤ اور جو اپنے گھروں میں ذخیرہ کرو میں تمہیں بتا دیتا ہوں، اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر بعض وہ چیزیں حلال کروں جو تم پر حرام کر دی گئیں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لایا ہوں اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ یقین مانو میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے۔ مگر جب حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان کا کفر محسوس کر لیا تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری مدد کرنے والا کون کون ہے حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہئے کہ ہم تابعدار ہیں۔ اے ہمارے پالنے والے معبود! ہم تیری اتاری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی وحی پر ایمان لائے اور ہم نے تیرے رسول کی اتباع کی، پس تو ہمیں گواہوں میں لکھ لے۔اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالی نے بھی (مکر) خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالی بہتر جاننے والا ہے جب اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں کے اوپر غالب کرنے والا ہوں قیامت کے دن تک پھر تم سب کا لوٹنا میری ہی طرف ہے میں ہی تمہارے آپس کے تمام تر اختلافات کا فیصلہ کرونگا''۔

قارئین کرام!

آیات سے جو باتیں ہمیں معلوم ہوئیں ان پر غور فرمائیں:

آیت نمبر ۴۲ سے معلوم ہوا کہ:

''مریم علیہا السلام کو اللہ تعالی نے چنا، انہیں پاکیزگی عطا کی اور تمام جہاں کی عورتوں پر منتخب فرمایا''

آیت نمبر ۴۳ سے معلوم ہوا:

''کہ مریم علیہا السلام کو فرمانبرداری، رکوع اور سجود کا حکم ملا (جس سے یہ واضح ہوا کہ مریم علیہا السلام بھی اللہ تعالی کی بندی اور اس کی محتاج تھیں)''۔

آیت نمبر ۴۴ سے معلوم ہوا کہ:

''مریم علیہا السلام کی کفالت کے لیے سب لوگوں نے اپنی اپنی قلم پھینکی کہ کون ان کی کفالت کرے گا''۔

آیت نمبر ۴۵ سے معلوم ہوا کہ:

''مریم علیہا السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی گئی، جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ تھے اور ان کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم تھا جو دنیا میں معزز اور آخرت میں معزز بندوں میں ہوں گے''۔

آیت نمبر ۴۶ سے معلوم ہوا کہ:

''عیسیٰ علیہ السلام گود میں کلام کریں گے اور ادھیڑ عمر میں بھی''۔

آیت نمبر ۴۷ سے معلوم ہوا کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''مریم علیہا السلام نے فرمایا مجھے اولاد کہاں سے ہو گی کسی بشر نے مجھے چھوا تک نہیں۔ فرشتوں نے کہا اللہ جو چاہے پیدا کر دیتا ہے وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کہتا ہے ''کُن'' ہو تو وہ ہو جاتا ہے''۔

آیت نمبر ۴۸ سے معلوم ہوا کہ:

''عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کتاب و حکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا''۔

آیت نمبر ۴۹ سے معلوم ہوا کہ:

''عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کے لیے ہی مبعوث ہوئے تھے (نہ کہ ساری دنیا کے لیے) اور وہ اللہ کی نشانیاں دکھائیں گے، پرندہ کی شکل بنا کر پھونک مارتے تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا اور مادرزات اندھے اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتے اور مردوں کو زندہ کرتے اور جو لوگ گھروں میں ذخیرہ کرتے اسے بتا دیتے''۔

نوٹ: قارئین کرام! آیت نمبر ۴۸ اور ۴۹ کو نوید ملک صاحب نے اپنی کتاب میں کوڈ نہیں کیا حالانکہ وہ آیت نمبر ۴۲ سے تسلسل سے ترجمہ اور تشریح کر رہے تھے۔

آیت نمبر ۵۰ اور ۵۱ سے معلوم ہوا کہ:

''عیسیٰ علیہ السلام تورات کی تصدیق اور بعض حرام چیزوں کو حلال کرتے اور اللہ سے ڈرتے رہنے اور اسی کی عبادت کا حکم دیا اور اسے صراط مستقیم قرار دیا''۔

آیت نمبر ۵۲ سے معلوم ہوا کہ:

''جب عیسیٰ علیہ السلام کو کفر و انکار کا علم ہوا تو فرمایا کون اللہ کے دین کی مدد کرے گا۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کی مدد کریں گے''۔

یہ ان آیات کا مختصر سا خلاصہ تھا اب ہم پادری صاحب کے خلاصہ پر گفتگو کریں گے۔

پادری نوید صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ بہت سے مسلمانوں سے سورۃ آل عمران ۴۳-۵۵ سے خوابوں کے ذریعہ کلام کرنے میں سچائی کی تصدیق کر رہا ہے۔ حال ہی میں تقریباً ۲۰۰ ایسے سچے مسلمانوں کے خیالات معلوم کیے گئے۔ ان چھ سو میں سے ۱۵۰ ایسے تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنہوں نے کہا کہ خواب میں اللہ کا کوئی پیغمبر ہم پر ظاہر ہوا اور سورۃ آل عمران-۵۵
۶۴ میں پائی جانے والی سچائی کی تصدیق کی اور یوں ہم سچے مسلمان بن گئے۔''

ازالہ:

اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث کے ذریعے تمام حقیقت کو واضح کر دیا ہے، اب ہم کسی کے خواب سے متاثر نہیں ہوتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان کر دیا کہ:

﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ [1]

''یہ قرآن تو اس رستے کی ہدایت کرتا ہے جو سیدھا ہے''

لہٰذا ہم قرآن کی ہدایت کو چھوڑ کر کسی کے خواب پر کسی بھی ایمان کی بنیاد نہیں رکھتے۔ ہمارے لیے اللہ کا قرآن اور آخری نبی ﷺ کا فرمان کافی ہے۔ اور جہاں تک آپ کے اس خواب کا تعلق ہے آپ کہہ رہے ہیں کہ وہ خواب دیکھنے سے قبل مسلمان تھے اور خواب کے بعد وہ سچے مسلمان بن گئے تو کیا پہلے وہ جھوٹے مسلمان تھے؟ اگر وہ سچے ہو گئے آل عمران کی آیات پڑھ کر تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے قرآن مجید کو تسلیم کر لیا اور آخری پیغمبر محمد ﷺ کو مان لیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول مانا۔ کیونکہ آل عمران کی سورت میں یہ بھی لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی عبادت کرتے تھے اور اسی کو سچا رستہ مانتے تھے۔ مزید اگر آپ غور کریں آل عمران کی سورت محمد ﷺ پر نازل ہوئی اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان سے سچا مسلمان بننے کے لیے محمد ﷺ پر ایمان لانا چاہیے اور قرآن پر بھی کیونکہ قرآن میں ہی آل عمران ہے۔ لہٰذا اس طرح سے وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ایمان لا کر سچے مسلمان ہو گئے۔

یہ تو تھی قرآن مجید کے اس مقام پر پائی جانے والی بات، لیکن اگر ہم پادری صاحب کا مفہوم اور مقصد تسلیم کر لیں کہ خواب کے ذریعے بعض گنتی کے چند لوگوں نے ان آیات کے حقیقی مطلب کے برعکس جناب مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور کلمہ مان لیا ہے تو پھر بہت بڑی مسیحی عالم ایف ایس خیر اللہ کا یہ حوالہ (قاموس الکتاب، ص ۳۷۷) مد نظر رکھیں۔ لیکن

[1] الاسراء 17: 9

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ پیغام جو نبی کو براہ راست خدا سے ملتا تھا خواب کے پیغام سے معتبر سمجھا جاتا تھا۔ (گنتی ۱۲: ۶-۸) کا مطالعہ بھی ہمیں اسی نتیجہ کو قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ یرمیاہ نبی بھی اسی قسم کے فرق سے جھوٹے نبی کے خواب کی تردید کرتا ہے۔ (یرمیاہ ۲۳: ۲۵-۳۲)

یرمیاہ یہ نہیں کہتا کہ خدا خواب کے ذریعہ پیغام نہیں دیتا بلکہ یہ کہ براہ راست پیغام کو خواب کے پیغام پر ترجیح دی گئی ہے۔ جو پیغام سچے نبی کو براہ راست دیا جاتا ہے وہ ہتھوڑے اور آگ کی مانند ہے۔ (یرمیاہ ۲۳: ۲۹)

اور جھوٹے نبی کا خواب بھوسے کی مانند۔ (یرمیاہ ۲۳:۲۸)

معلوم ہوا براہ راست ملنے والے پیغام کے مقابلے میں خواب کی بات درست و حجت نہیں ہوتی۔ سو قرآنی پیغام کہ مسیح اللہ کا بندہ، رسول، معجزانہ طور پر پیدا ہوا۔ اللہ کی طرف سے کلمہ (اللہ کا کلمہ نہیں) اور اللہ کی طرف سے روح (اللہ کی روح نہیں) ہیں کے مقابلے میں خواب کیسے حجت اور درست ہو سکتا ہے؟ کیونکہ قرآن پیغام براہ راست ہے۔ نیز جس پر یہ پیغام اترا (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) انہوں نے بھی انہیں اور دیگر آیات کی روشنی میں جناب مسیح علیہ السلام کو رسول اور عبد اللہ ہی تسلیم کیا۔

لہٰذا ان کی تفسیر اور تفہیم کے مقابلے میں کسی کی بات نہیں مانی جا سکتی۔ جیسا کہ یہی دنیا کا دستور اور قانون ہے اور مسیحی لوگ بھی اسی اصول کی روشنی میں اپنی مذہبی کتب کی تفسیر بھی کرتے ہیں اور اسے ہی سب سے معتبر مانتے ہیں۔ نیز اگر خوابوں کو ہی حجت مان کر مذہب تبدیل کرنا سچائی کی دلیل ہے تو کوئی مسیحی و ہندو وغیرہ بھی اسی انداز سے مسلمان ہوئے تو کیا پادری صاحب انہیں سچا مسلمان اور حقیقی مومن تسلیم کریں گے؟

درست بات یہی ہے کہ محض خواب کسی کے سچا یا جھوٹا ہونے کی دلیل نہیں بلکہ براہ راست آنے والے پیغام اور وحی کی روشنی میں ہی کسی کی تصدیق یا تکذیب کی جائے گی۔

پادری صاحب لکھتے ہیں: تاریخ بتاتی ہے کہ یوسف حضرت مریم کے شوہر بن گئے۔

ازالہ: ہم اس مسئلے پر مزید روشنی ڈالیں گے، لیکن اس سے قبل چند نظائر بائبل سے ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیش کیے دیتے ہیں۔

قارئین کرام! بائبل نے یوسف ابن داؤد کو "کنواری مریم علیہا السلام" کا منگیتر اور شوہر تسلیم کیا ہے۔ اس کے علاوہ مسیح علیہ السلام سے چار بھائیوں اور بہنوں کا مریم کے شوہر یوسف ابن داؤد کی اولاد ہونا بھی بائبل نے تسلیم کیا ہے۔ اسی لیے مسیح علیہ السلام کے وقت کے لوگ مسیح علیہ السلام کو (یوسف) بڑھئی کا بیٹا اور یعقوب، یوسف (یوسیس) ، شمعون، یہودا، اور بہنوں کا بھائی کہتے تھے۔ (دیکھیے: متی ۱۳: ۵۴ تا ۵۶، مرقس ۶: ۳)

یوحنا نے بھی مسیح علیہ السلام کے بھائیوں کو تسلیم کیا۔ (یوحنا: ۲: ۱۲، ۷: ۱ تا ۱۰)

لہٰذا اس کے ساتھ ساتھ مسیح علیہ السلام کے بعد مریم علیہا السلام کے بطن سے مسیح علیہ السلام کے بعد چار بیٹے اور بیٹیوں کی پیدائش کو تسلیم کر کے بھی مریم علیہا السلام کو کنواری سمجھتے ہیں اور زیادہ دلچسپ یہ نکتہ بھی ہے کہ مسیح علیہ السلام کو اکلوتا سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ان کے بھائی اور بہنیں بھی ہیں اور مزید یوسف ابن داؤد کو مسیح علیہ السلام کا باپ بھی تسلیم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ مسیح علیہ السلام کا باپ خداوند کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

قرآن مجید دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جو ان متعارض بیانات سے پاک ہے۔ قرآن مجید نے واضح کیا کہ مریم علیہا السلام کا کوئی بھی شوہر نہیں تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو ابن مریم کے نام سے موسوم کیا ہے (دیکھیے: البقرۃ: ۲: ۸۷)۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم (آل عمران: ۳: ۴۵) مسیح ابن مریم (۵: ۱۷)

جہاں تک تعلق ہے مریم علیہا السلام کے خاوند کا تو قرآن مجید نے واضح اور دوٹوک الفاظوں میں اس کی تردید فرمادی کہ مریم علیہا السلام کا کوئی خاوند نہ تھا۔ پادری صاحب نے جن خوابوں کا ذکر فرمایا تھا جس کی وجہ سے مسلمان سچے مسلمان بن گئے، ممکن ہے کہ اس خواب کو پادری صاحب بھول بیٹھے ہوں کیونکہ انھوں نے ان خوابوں میں اس آیت کو بھی لکھا ہوا پایا تھا جس کا ذکر آل عمران میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ﴾[1]

[1] آل عمران: 3:47

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کہا اے رب میرا بیٹا کیوں کر ہو گا اور مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں"

الحمدللہ! پورا قرآن پڑھ لیں آپ کو یہی بات ملے گی کہ مریم علیہا السلام کو کسی بشر نے نہیں چھوا اور عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم تھے۔ میرا چیلنج ہے تمام دنیائے عیسائیت کو کہ وہ پورے قرآن اور صحیح حدیث میں اس بیان کے خلاف ثابت کر دیں کہ یوسف نجار مریم علیہا السلام کے شوہر تھے وہ قیامت تک ثابت نہ کر پائیں گے۔ کیونکہ خداوند کریم کے کلام کی ایک صفت یہ بھی ہے جس کا ذکر خود قرآن مجید کرتا ہے۔

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ ﴾[1]

"کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں کثیر اختلاف ہوتا"۔

لہٰذا کلام اللہ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس میں تعارض اور اختلاف نہ ہو گا اگر کوئی کسی کتاب کا یہ دعویٰ کرے کہ یہ عند اللہ ہے اور اس میں اختلاف کے انبار ہوں تو لامحالہ یہ کتاب اللہ نہیں ہو سکتی۔ پوری دنیا میں واحد قرآن ہی اس شرط پر پورا اترتا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں، اور یہ کلام، کلام اللہ ہے۔

پادری صاحب اپنی کتاب میں آل عمران کی آیت نمبر ۴۵ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"آیت ۴۵ میں مریم کے لیے ایک اعلان ہے کہ انہیں چن لیا گیا کہ اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ان سے ہو۔ ساری دنیا کے مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دو القاب سے جانتے ہیں۔ وہ عیسیٰ کلمۃ اللہ (عیسیٰ اللہ کا کلام) اور عیسیٰ روح اللہ (عیسیٰ اللہ کا روح) ہیں۔ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان دو ناموں سے کیوں پکارتے ہیں؟ اس سوال کا جواب سورۃ آل عمران ۴۵-۳ اور سورۃ الانبیاء ۹۱-۲۱ میں ہمیں ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا کلام مریم میں ڈالوں گا۔ اللہ تعالیٰ کا "کلام" یا کیا ہے؟ اس بات کو بہتر سمجھنے کے لیے بہتر ہو گا کہ سورۃ الانبیاء

[1] النساء: 4 82

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۹۱-۲۱ پڑھ لی جائے“۔

یہاں پر پادری صاحب نے عوام الناس کو شدید ترین الجھاؤ اور غلط تشریح میں الجھا ڈالا۔ سب سے پہلے انہوں نے آل عمران کی آیت کوڈ کی اور پھر الانبیاء کی۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ پادری صاحب نے جس طرح بائبل کا سرسری مطالعہ کیا ہے بعینہ قرآن مجید کا بھی کیا یا پھر وہ ”یحرفون الکلمۃ عن مواضعہ “کا شکار ہوئے ہیں جس کا ذکر قرآن کرتا ہے۔

آیئے آل عمران کی وہ مکمل آیت کو سمجھتے ہیں جس کی تشریح پادری صاحب نے ادھوری کی اور پھر ڈائریکٹ سورۃ مائدہ کو چھوڑ کر الانبیاء تک پہنچے۔

آل عمران آیت نمبر ۴۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○﴾[1]

”جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوشخبری دیتا ہے، جس کا نام مسیح ابن مریم ہے۔ جو دنیا اور آخرت میں عزت والا اور میرے مقربین میں سے ہے“۔

اس آیت میں ایک کلمہ کی خوشخبری کا ذکر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوگی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ کلمہ عیسیٰ علیہ السلام خود ہیں یا کلمہ کے ذریعے ان کی پیدائش ہوگی۔ آگے کی آیت پر غور فرمائیں:

﴿ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○﴾[2]

”کہنے لگیں: الٰہی مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے تو کسی انسان نے ہاتھ بھی نہیں لگایا، فرشتے نے کہا اسی طرح اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے، جب کبھی وہ کسی کام کو

[1] آل عمران: 3،45

[2] آل عمران: 3،46

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے''۔

ان دونوں آیات کو پڑھیں جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو کلمہ کس نسبت سے کہا گیا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ ''کن'' کا استعمال فرمایا اور انہیں بغیر باپ کے لفظ کن یعنی ہو جا سے پیدا فرمایا۔ اسی سبب پر انہیں کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے کلمہ سے پیدا ہونے والا کہا گیا ہے۔ یہ عیسائیوں کی بہت بڑی بھول ہے کہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خود اللہ کے کلمے تھے، حالانکہ قرآنِ مجید نے اس غلط نظریے کی تردید فرمائی اور برملا اعلان کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کلمہ سے پیدا ہوئے نہ کہ وہ خود اللہ کا کلمہ ہیں اور آل عمران میں واضح کر دیا گیا کہ ان کو پیدا کرنے کے لیے لفظ کن کا استعمال ہوا ہے۔ اسی سبب پر وہ کلمۃ اللہ قرار پائے۔ اگر آپ مزید ان آیات پر غور کریں گے تو ان شاء اللہ عیسیٰ علیہ السلام کا مخلوق ہونا انہیں آیات میں واضح ہے۔

غور کیجیے!

جب زکریا علیہ السلام کو فرشتوں نے یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی تو زکریا علیہ السلام نے فرمایا:

﴿ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ﴾[1]

''کہنے لگے: اے میرے رب! میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں بالکل بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے''۔

اس موقع پر فرشتے نے جو جواب دیا جو قابل غور ہے:

﴿ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ○ ﴾[2]

''اللہ تعالیٰ اسی طرح سے جو چاہتا ہے کرتا ہے''

یہاں پر غور کیجیے دنیا میں کسی فرقے کو یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کا اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اسی لیے یہاں فرمایا گیا کہ اللہ جو چاہے کرے۔ اب اسی

---

(1) آل عمران: 40:3

(2) آل عمران: 40:3

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوشخبری کو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پڑھیے۔

جب مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی تو مریم نے فرمایا:

﴿ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ﴾ [1]

"کہا مریم نے الٰہی مجھے لڑکا کیسے ہوگا؟ حالانکہ مجھے کسی انسان نے ہاتھ تک نہیں لگایا"

جواب میں فرمایا جا رہا ہے:

﴿ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ ﴾ [2]

"کہا! اسی طرح سے اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے جب کبھی وہ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے ہو تو وہ ہو جاتا ہے"۔

یہ قرآن مجید "الفرقان" ہے جو حق اور باطل کو چھانٹ دیتا ہے، اس کے لفظ لفظ میں ہدایت اور گمراہی سے بچنے کی تعلیمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو عیسیٰ علیہ السلام کی ذات میں بے انتہا غلو کریں گے، انہیں بندگی سے ہٹا کر معبودیت کی طرف لے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا مخلوق ہونے پر ایسا حکیمانہ انداز اپنایا کہ اس کی کوئی مثل ہی نہیں۔ یحییٰ علیہ السلام کے لیے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کہا گیا کہ اللہ جو چاہے پیدا کر دیتا ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری پر یہ الفاظ کا استعمال واضح کر دیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خالق نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ یہ نکتہ واضح کر دیتا ہے کہ عیسیٰ کلمۃ من اللہ ہیں۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ خود کلمہ، کلام بن گئے اللہ تعالیٰ کا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ کلمہ "کن" کے ذریعے پیدا ہوئے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اور آیت میں ہے کہ ﴿ان ھو الا عبد انعمنا علیه﴾ (الزخرف: ۴۳/۵۹) وہ ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام

[1] آل عمران: 47:3

[2] آل عمران: 47:3

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا۔ پس یہ مطلب نہیں کہ خود کلمہ رب عیسیٰ بن گیا بلکہ یہ کہ کلمہ رب سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے"۔

اور جہاں تک تعلق ہے روح کا تو اس سے بھی ہر گز یہ مراد نہیں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی ذات میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں حلول کر گیا بلکہ ان سے مراد یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام کے ذریعے مریم علیہا السلام کے گریبان میں نفخ ہوا جس سے ان کی پیدائش ہوئی اللہ کے حکم سے روح اللہ اور کلمۃ اللہ کو سمجھنے کے لیے مزید ان الفاظ پر غور کیجیے۔

ناقۃ اللہ، بیت اللہ۔ اونٹنی کو اللہ کی اونٹنی کہا گیا اور گھر کو بیت اللہ اور ٹھیک اسی طرح سے قرآن نے عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا ہے۔

ناقۃ اللہ سے مراد یہ نہیں کہ یہ اونٹنی اللہ کا جزء ہے اور نہ ہی بیت اللہ سے مراد ہے کہ گھر اللہ کا جزء ہے۔ اسی طریقے سے روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے مراد بھی یہ نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی روح اور اللہ کا کلام ہیں۔ یہ صرف شرافت کے اظہار کے لیے اپنی طرف نسبت کی گئی ہے، جس سے عیسائی حضرات نے غلط استدلال لیا۔

اللہ کے آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من شهد أن لا إله الا الله وحده لا شريك له وأن محمد عبده و رسوله وأن عيسى عبد الله و رسوله و كلمته ألقاها إلى مريم و روح منه، والجنة حق والنار حق، أدخله الله الجنة على ما كان من العمل"

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم الحدیث ۳۴۳۵)

"جس نے یہ گواہی دی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اس کے رسول ہیں اور وہ کلمہ ہیں جو مریم کی طرف القا کیا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے (جو اس عقیدے پر مرے) اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، چاہے وہ کسی بھی عمل پر ہو۔"

یہ حدیث عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت پر واضح دلیل ہے، کیونکہ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ قرار دیا گیا ہے اور مریم علیہا السلام کو ان کی والدہ۔ لہٰذا كلمة من الله اور روح منه سے مراد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کی طرف سے ایسا کلمہ جو مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا گیا اور روح سے مراد بھی یہی ہے۔ لہٰذا مزید وضاحت کے لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بڑی عمدہ مثال دی۔ کلمۃ اور روح اللہ کو سمجھنے کے لیے انہوں نے فرمایا کہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ بالکل اسی وزن پر ہیں جس طرح سے سیف اللہ یا اسد اللہ کہا جاتا ہے۔ یعنی سیف اللہ کے نام سے کوئی بھی اللہ کا جزء نہیں بن سکتا۔ بعینہٖ اسی طرح سے کلمۃ اللہ یا روح اللہ کے نام سے وہ ہر گز اللہ کا جز نہیں قرار دیا جا سکتا۔ مزید یہ بھی خیال رکھیں کہ روح، اللہ کا جزء نہیں ہے بلکہ اس کے حکم سے جاری کردہ شئ ہے۔ میرے خیال سے عیسائی حضرات روح کو اللہ کا جزء سمجھتے ہیں، حالانکہ روح خود اللہ کی مخلوق ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وھو أنه مخلوق من روح مخلوقة"[1]

"یعنی عیسیٰ علیہ السلام پیدا کیے گئے ہیں روح سے جو خود اللہ کی مخلوق ہے"۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومعلوم قطعاً ان الروح لیست ھی اللہ ولا صفة من صفاته وانما ھی مصنوع من مصنوعاته"[2]

"قطعیت کے ساتھ جو حکم ہے وہ یہ ہے کہ روح، اللہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی صفت ہے بات یہ ہے کہ اس کی پیدا کردہ مصنوعات میں سے ہے"۔

پادری صاحب ہم نے کہا تھا کہ آپ نے صرف سرسری طور پر قرآن پڑھا ہے، بلکہ بائبل بھی ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ روح، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، جس طرح عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ گیا روح کے بارے میں بعینہٖ اسی طرح سے آپ کو بھی دھوکہ لگ گیا کیونکہ نہ عام مسلمان قرآن و حدیث کو جانتا ہے اور نہ ہی آپ۔ میں ان شاء اللہ بائبل سے بھی ثابت کروں گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا کلام نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کن سے پیدا ہوئے اور اُسی کے بندے ہیں، لیکن نوید صاحب نے قرآن سے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا کلام ثابت

[1] تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۱۲۵۔

[2] الروح، ص ۲۵۴۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کوشش کی تھی، ہم پہلے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کے نظریے کو زم زم کے پانی سے دھوئیں گے پھر ان شاءاللہ بائبل سے بھی ان کے دلائل کا تجزیہ کریں گے۔

مسلمانوں کے ہاں یہ طے شدہ امر ہے کہ قرآنِ مجید کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے ذریعے سمجھتے ہیں کیونکہ ہمارے لیے یہ بات باعث فخر ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا لمحہ بہ لمحہ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ یہ نعمت صرف سچے مسلمانوں کو ہی نصیب ہوئی۔ حدیث رسول ﷺ جو کہ قرآن مجید کی تشریح ہے اس میں ایک واقعہ ہے جس سے روح کا مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے۔

''عن عبداللہ بن ابی قتادۃ الانصاری عن أبیہ قال: سرنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر ذات لیلۃ، فقلنا یا رسول اللہ! لو عرست بنا فقال۔ انی اخاف ان تناموا فمن یوقظنا للصلاۃ؟ فقال بلال انا یا رسول اللہ قال: فعرس بالقوم فاضطجعوا، واسند بلال إلی راحلتہ فغلبتہ عیناہ، فاستیقظ رسول اللہ۔۔۔۔ فقال رسول اللہ فان اللہ قبض أرواحکم حین شاء وردھا حین شاء''[1]

''عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم (خیبر سے لوٹ کر) نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات میں سفر کر رہے تھے، کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اب آپ پڑاؤ ڈال دیجیے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں نماز کے وقت بھی سوتے نہ رہ جاؤ۔ اس پر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بولے کہ میں آپ سب لوگوں کو جگادوں گا۔ چنانچہ سب لوگ لیٹ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی پیٹھ کجاوہ سے لگادی اور ان کی آنکھ بھی لگ گئی۔ اور جب نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے تو سورج کے اوپر کا حصہ نکل چکا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلال تو نے کیا کہا تھا؟ وہ بولے آج جیسی نیند مجھے کبھی نہیں آئی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہاری ارواح کو (روح کی جمع ارواح) جب چاہتا ہے قبض کر لیتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے واپس کر دیتا ہے''۔

مندرجہ حدیث سے یہ واضح ہوا کہ روح اللہ تعالیٰ کی صفت یا ذات کا کوئی حصہ نہیں

[1] صحیح البخاری، مواقیت الصلاۃ ۲/۶۶۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ وہ ایک مخلوق ہے جیسے نفس ایک مخلوق۔ کیونکہ حدیث میں یہ واضح الفاظ موجود ہیں کہ اللہ جب چاہتا ہے تمہاری روحوں کو قبض کر لیتا ہے، اگر روح، اللہ تعالیٰ کا حصہ ہوتی تو کیا اللہ تعالیٰ خود اپنے آپ کو قبض کرتا ہے؟ لہٰذا پادری صاحب کی سب سے بڑی اور فاش غلطی ہی یہی ہے کہ انہوں نے روح اللہ کو اللہ کا جزء سمجھا حالانکہ اس سے فقط یہ مراد ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کے گریبان میں اللہ کا روح پھونکا، جسے عربی میں ''نفخۃ'' (پھونک) کہتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بغیر باپ کے پیدا کیا اور یہ نفخ باپ کے نطفے کے قائم مقام کر دیا۔

اسی لیے قرآن مجید نے انہیں ''من روحنا'' (یعنی اللہ کی طرف سے روح، اللہ کی روح نہیں) کا خطاب دیا اور باقی تمام ابن آدم کو نفس کا خطاب دیا۔ کیونکہ وہ تمام ابن آدم اپنے اپنے باپ کے نطفوں سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اگر آپ سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو قرآن مجید نے آدم علیہ السلام کے لیے بھی انہیں الفاظ کا انتخاب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴾[1]

''تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا''۔

مندرجہ بالا آیت میں آدم علیہ السلام کے لیے بھی روح کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو الفاظ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے مستعمل تھے۔ لیکن دنیائے عیسائیت آدم علیہ السلام کو اتنا بڑا مجرم قرار دیتی ہے کہ بقول پادری صاحب کے حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کی لعنت ان کی نسل میں منتقل ہو رہی ہے۔ اس کے برعکس قرآن مجید نے آدم علیہ السلام کی توقیر کو قائم رکھا۔ اگر آپ آیت پر غور کریں تو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، لیکن عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو انہیں سجدہ کرنے کا حکم ہرگز نہیں دیا۔ اگر دنیائے عیسائیت صرف روح لفظ کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو اقانیم ثلاثہ کا ایک جز قرار دیتی ہیں تو اس لفظ کے زیادہ حقدار آدم

[1] الحجر: 15:29

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام ٹھہرے۔ کیونکہ ان کے لیے سجدے کا حکم بھی دیا گیا اور بائبل میں یہ واضح لکھا ہے کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

کتاب اعمال میں لکھا ہے:

"جب پطرس اندر آنے لگا تو ایسا ہوا کہ کرنیلیس نے اس کا استقبال کیا اور اس کے قدموں میں گر کر سجدہ کیا، لیکن پطرس نے اسے اٹھا کر کہا کہ کھڑا ہو میں بھی انسان ہوں"[1]

مکاشفہ میں لکھا ہے: "اور تو کسی غیر معبود کو سجدہ نہ کر"[2]

ان حوالوں سے یہ ثابت ہوا کہ سجدہ صرف معبود کو ہی ہے تو کیا ہم آدم علیہ السلام کو معبود کہیں گے؟ باوجود یہ بھی ہے کہ وہ بھی اللہ کی روح ہیں۔۔۔ لیکن ہرگز نہیں معبود صرف ایک ہی ذات ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ ہی آدم علیہ السلام، نہ ہی عیسیٰ مسیح علیہ السلام اور نہ ہی آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اگر موجودہ بائبل کا بغور مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہی قرار دیا ہے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے تئیں کو اقانیم ثلاثہ کا جزء قرار نہیں دیا۔ یہ صرف پادریوں کا کتمان حق ہے جو عوام تک صحیح بات کی رسائی نہیں کرتے۔ عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ میں کیا فرق ہے؟ بائبل کی ان فقروں پر غور فرمائیں تاکہ واضح ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی بھی الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا تھا:

❶ میں شیطان کو بھگاتا ہوں خدا کے حکم سے۔[3]

But if I cast out devils by the spirit of God.

❷ میرا باپ مجھ سے بہت بڑا ہے۔[4]

---

[1] اعمال: 10-26

[2] نیز دیکھیں مکاشفہ باب ۱۹ فقرہ ۱۰

[3] متی: 12-28

[4] یوحنا: 14-28

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان دو فقرات میں عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ذات کو خدا کی ذات سے الگ قرار دیا کہ میں شیطان کو بھگاتا ہوں خدا کی مدد سے یعنی وہ خدا نہیں ہیں۔ مگر جس کی مدد سے وہ شیطان کو بھگاتے ہیں وہ خدا ہے۔ دوسرے فقرے میں ہے کہ مجھ سے بڑا ہے میرا باپ یعنی اللہ تعالیٰ کو کو وہ اپنے سے بڑا بتارہے ہیں جس سے صاف طور پر ان کا بشر اور خدا کا بندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ مزید غور فرمائیں۔

"میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا، جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے۔ کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔"[1]

"I can of mine own self do nothing: as I hear I judge: and my judgment is just because I seek not mine own will but the will of the father which hath send me."

اس فقرے نے واضح کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے گفتگو کرتے تھے اور اپنی مرضی اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے والے کو ہی مسلم کہا جاتا ہے۔ لہٰذا تمام انبیاء مسلم تھے اور ایک ہی دین کے داعی تھے وہ دین، دینِ اسلام ہی ہے۔ مزید اگر فقرے پر تفکر کیا جائے تو تمام باطل عقائد کے جھوٹے مینار زمین بوس ہو جائیں گے کیونکہ اصل عدالت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جس کا اقرار مندرجہ بالا فقرہ میں عیسیٰ علیہ السلام کر رہے ہیں۔ ان واضح فقرات کی موجودگی میں معلوم نہیں دنیائے عیسائیت پھر بھی کیوں عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتی ہے؟ کیا انہوں نے ان فقرات کا بغور مطالعہ نہیں کیا؟

مرقس کی انجیل میں واضح طور پر عیسیٰ علیہ السلام کا بشر ہونا ثابت ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کو بھوک لگی تو وہ بھوک مٹانے کے لیے انجیر کے درخت کے پاس جاتے ہیں، مگر جانے سے قبل انھیں معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر پھل لگا ہے یا نہیں، اور وہ دور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں سے کچھ پائے۔ مگر جب اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا[2]۔ لہٰذا یہ فقرہ مبینہ طور پر عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت کی

[1] یوحنا: 5-30

[2] مرقس: 13:11

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل فراہم کرتی ہے کیونکہ خدا کو بھوک نہیں لگتی۔ لیکن مسیح علیہ السلام کو بھوک لگی۔ خدا عالم الغیب ہوتا ہے مگر یہاں مسیح علیہ السلام کو معلوم ہی نہ ہو سکا کہ انجیر کا موسم ہی نہیں ہے۔ خدا ہر چیز پیدا کرنے پر قادر ہوتا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ انجیر کے درخت میں کچھ اگا نہ سکے۔ بلکہ الٹا اسے بددعا دے دی۔ یہ بشریت کی دلیل نہیں ہے تو کیا خدا کی دلیل ہے؟

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے بائبل کے مشہور لغت نگار سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"He could hunger and thirst, he could feel joy, sorrow love, pity and even anger. He prayed to God like any other man, specially in the crises of his life he was tempted. He shrank from the prospect of death... he confessed ignorance... it is the picture of a man."[1]

انھیں بھوک اور پیاس لگتی ہے، وہ خوشی، غم، محبت، رحم، حتی کہ غصہ بھی محسوس کرتے ہیں۔ وہ دوسرے انسانوں کی طرح اور خصوصاً اپنی زندگی کے نازک لمحات میں "اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں" ان کی شیطان سے آزمائش ہوئی۔ وہ موت کے خطرے سے گھبرا کر پیچھے ہٹے۔۔۔ انھوں نے (بعض معاملات میں) لاعلمی کا اعتراف کیا۔۔۔ یہ ایک انسان کی تصویر ہے (خدا کی نہیں)۔

جرمن فاضل ہارنک نے بھی یہی لکھا ہے کہ:

"یہ (مسیح علیہ السلام) جذبات کا مالک ہونے (عام انسانوں کی طرح) کام اور جدوجہد کرنے اور تکلیف و مشقت کا شکار ہونے کے لحاظ سے انسان ہی ہیں۔"[2]

ان حوالوں اور وضاحتوں سے واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے اس کے علاوہ وہ ہرگز خدا نہ تھے۔

ایک زبردست مغالطہ اور اس کا ازالہ:

عیسائی عالم کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اسی سبب پر وہ خدا کا بیٹا

(1) j. Hastings: Dictionary of the bible, Edinburgh, 1963, P:140

(2) Adolf Harnack, what is Christianity? P:129

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ٹھہرا۔ دراصل مسیح علیہ السلام نے کبھی بھی اپنے آپ کے لیے یہ نہیں کہا کہ میں تمہارا خدا ہوں اور تم میری عبادت کرو۔ بائبل کی رو سے ہر وہ شخص جو خدا کی فرمانبرداری کرتا ہے وہ خدا کا بیٹا ہی ہے۔[1]

لہٰذا بائبل میں کئی بزرگوں کو خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے مگر دنیائے عیسائیت ان سب کو مجازی طور پر خدا کا بیٹا مانتی ہے اور جب یہی لفظ مسیح علیہ السلام کے لیے استعمال ہوا تو وہ حقیقی معنی میں بدل گیا۔ تعجب ہے ان کو یہ اختیار کس نے دیا؟

مشہور جرمن سکالر این شمٹ (N. Schmidt) نے صاف طور پر لکھا ہے:

> ''یسوع نے کبھی بھی اپنے آپ کو 'خدا کا بیٹا' نہیں کہا اور نہ ہی کبھی (ان کی زندگی میں) انہیں اس لقب سے مخاطب کیا گیا۔ بلکہ مسیح کے لیے اس لقب کا استعمال یونانی حلقوں (Hellenic Circles) کے زیر اثر شروع ہوا۔''[2]

بہرحال بائبل کے حوالے سے ہی بائبل میں بنی اسرائیل، افرائیم، داؤد، سلیمان علیہم السلام، فرشتوں اور یتیموں وغیرہ کے لیے ''خدا کے بیٹے'' کا لقب استعمال ہوا ہے۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ لقب صرف مسیح علیہ السلام کے لیے مستعمل ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا اور مزید مذکورہ بالا تمام شخصیات کو خدا کا بیٹا ہی قرار دیا گیا ہے جس طرح مسیح علیہ السلام کو مگر وہ سب مجازی بیٹے ہیں، مگر مسیح علیہ السلام حقیقی یہ کونسا انصاف ٹھہرا؟

اگر مزید تحقیق کی نگاہ سے بائبل کا مطالعہ کیا جائے تو عہد نامہ قدیم کے محاوروں میں فرشتوں کو ''خدا کا بیٹا'' کہہ کر مخاطب تو درکنار ''خداوند'' بھی کہا گیا ہے اور لوط علیہ السلام نے فرشتوں کو ''اے میرے خداوند'' کہہ کر مخاطب کیا۔[3]

لہٰذا ان حوالوں سے واضح ہوتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہوتا ہے وہ بائبل کی رو سے اس کا بیٹا ہوتا ہے۔ اور تمام لوگوں کے لیے اور عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہاں ''بیٹا''

---

(1) Book of Romans, 8.14

(2) T.K Chenyl and Js Black (editors) encyclopedia biblica London, 1899, c4701,4702

(3) پیدائش: 18:3، 19-2-1

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجازی معنی میں ہی استعمال ہوا ہے حقیقی معنوں کی کوئی دلیل نہیں ہے۔
اب ہم سورۃ الانبیاء کی اس آیت کو بھی سمجھ لیں جن کا ذکر پادری صاحب نے کیا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝﴾[1]

''اور وہ پاک دامن عورت جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی پس اس کے اندر اپنی روح سے پھونکا اور خود اسے اور اس کے لڑکے کو تمام جہانوں کے لیے نشانی بنادیا''۔

اس آیت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کو روح کہا گیا ہے اور الحمدللہ ہم نے کلمۃ اور روح پر تفصیلی بحث کی ہے اور ثابت کیا کہ روح سے مراد اللہ کی صفت نہیں ہے بلکہ روح، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس آیت کا ترجمہ پادری صاحب نے کچھ اس طرح سے کیا ہے:

''اور اس عورت (مریم) کو بھی (یاد کرو) جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی پس ہم نے اس پر اپنا کچھ کلام نازل کیا اور اس کو اور اس کے بیٹے کو دنیا کے لیے نشانی بنادیا''

پادری صاحب نے ''فنفخنا فیھا من روحنا ''کو تبدیل کر کے ''ونزلنا فیھا من کلامنا ''کر دیا ہے۔ جو واضح معنوی تحریف ہے۔ الحمدللہ قرآن مجید تمام تحریفات سے پاک ہے۔ سورۃ الانبیاء کی آیت کا صحیح ترجمہ ہے اس کے اندر اپنی روح سے پھونکا نہ کہ یہ ہے کہ اس کے اندر اپنا کلام نازل کیا۔ لہٰذا سورۃ الانبیاء کی اس آیت کے ترجمے میں یہ تحریف ہے قرآن نے سچ فرمایا''یحرفون الکلمۃ عن مواضعہ۔''

پادری صاحب مزید لکھتے ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ۷۵۸ برس پیشتر حضرت یسعیاہ نے لکھا۔۔۔ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور۔۔۔ اس کا نام عمانویل ہوگا'' (یسعیاہ، ۷:۱۶) عمانوایل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔

[1] الانبیاء 21:91

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

محترم قارئین!

پادری صاحب نے بائبل سے مکمل فقرہ کوڈ نہیں کی، انہوں نے قرآن مجید میں معنوی تحریف کی مگر بائبل سے جو حوالہ نقل فرماتے وہ بھی غیر مکمل رقم کرتے، یہ فقرہ مکمل یوں ہے:

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی"[1]

مندرجہ بالا فقرہ میں لکھا گیا ہے کہ ایک کنواری حاملہ ہوگی، بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نام عمانوایل ہوگا اور یہ نام مریم علیہا السلام رکھیں گیں مزید متی کی انجیل میں لکھا ہے:

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے"[2]

اس فقرے سے معلوم ہوا کہ اکیلی مریم علیہا السلام اس کا نام عمانوایل نہیں رکھیں گی بلکہ اور لوگ بھی ان کا یہ نام رکھیں گے۔ مگر ہم جب بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے اس بات کا انکشاف ہوتا ہے کہ مسیح علیہ السلام کو کسی نے بھی اس نام سے نہیں پکارا۔ بلکہ مسیح علیہ السلام کا نام عمانوایل نہیں بلکہ فرشتے نے یسوع رکھا تھا۔[3]

اور نہ کبھی شاگردوں نے اس نام سے پکارا اور نہ ہی مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے عمانوایل کے نام سے پکارو۔ یہ دو بیانات آپس میں متعارض ہیں مگر جب ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو وہاں بھی ایک نبی کا ذکر ہے جن کا نام ان کی پیدائش سے قبل ہی رکھ دیا گیا تھا اور ہمیشہ ان کو اسی نام سے پکارا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَٰزَكَرِيَّآ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَٰمٍ ٱسْمُهُۥ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَل لَّهُۥ مِن قَبْلُ سَمِيًّا﴾[4]

"اے زکریا! ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے ہم

[1] یسعیاہ: 7-14
[2] متی: 1-23
[3] متی: 1-21
[4] مریم: 19-7

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس سے پہلے اس کا ہم نام بھی کسی کو نہیں کیا"۔

سورۃ مریم کی آیت میں یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل ہی ان کا نام تجویز کر دیا گیا اور کمال یہ ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے۔ یحییٰ علیہ السلام کو پورے قرآن میں یحییٰ ہی کے نام سے خطاب کیا گیا ہے۔ ایسا نہیں ہوا کہ نام یحییٰ تجویز کیا اور پکارا کسی اور نام سے جا رہا ہو۔

سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوا:

"پس فرشتوں نے اُسے آواز دی جب کہ وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے"[1]

دوسری آیت میں فرمایا گیا:

"اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو سب نیک لوگوں میں تھے"[2]

سورۃ مریم میں کہا گیا:

"اے زکریا! ہم تجھے ایک بچے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے"

سورۃ الانبیاء میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ووهبنا له يحيىٰ﴾[3] "ہم نے اسے یحییٰ عطا کیا"

یہ وہ آیات ہیں جو مختلف اوقات میں نازل ہوئیں۔

- سورۃ الانبیاء مکہ میں نازل ہوئی، نزول ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت ۷۳ ہے۔
- سورۃ آل عمران یہ مدنی سورت ہے اور آیت ۳۹، ۹ ہجری کے وقت نازل ہوئی اور ترتیب کے اعتبار سے یہ سورت ۸۹ ویں ہے۔
- سورۃ مریم یہ بھی مکی سورت ہے نزول ترتیب کے اعتبار سے ۴۴ ویں سورت ہے۔

اب آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مکی سورت کے بعد مدنی سورت نازل ہوئی مگر اتنے طویل عرصے میں اسی نام سے قرآن نے یاد کیا جو نام اللہ تعالیٰ نے ان کا رکھا تھا۔

---

[1] آل عمران: 39:3
[2] الانعام: 85:6
[3] الانبیاء: 90:21

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ تو قرآنی بیانات ہیں جس میں واضح کر دیا گیا کہ یحییٰ علیہ السلام کا نام یحییٰ رکھا گیا تو ہمیشہ ان کو اسی نام سے یاد کیا گیا۔ اب آپ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھیے وہاں بھی ان کو اسی نام سے پکارا کیا گیا جو نام اللہ تعالیٰ نے رکھا، کیونکہ حدیث قرآن کی تشریح ہے نہ قرآن میں کوئی تعارض ہے اور نہ ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''ان اللہ أمر یحییٰ بن زکریا بخمس کلمات۔۔۔۔''

''بے شک اللہ تعالیٰ نے یحییٰ علیہ السلام بن زکریا علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا تھا۔۔۔''[1]

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج پر تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات فرمائی اور آپ نے اس حدیث میں یحییٰ علیہ السلام کو اس نام سے پکارا جو اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا۔[2]

ان دلائل سے واضح ہوا کہ یحییٰ علیہ السلام کا جو نام رکھا گیا قرآن و حدیث میں اسی نام سے یہ معروف ہوئے اور اس نام میں قرآن و صحیح حدیث میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں ہے۔ اسی طرح سے بائبل میں مسیح علیہ السلام کے نام رکھنے میں بھی کوئی تعارض نہیں ہونا چاہیے تھا مگر وہاں واضح تعارض موجود ہے۔

ایک اور دلچسپ بات کہتا چلوں کہ پادری صاحب نے جو فقرہ یسعیاہ 14/7 نقل کیا ہے اس فقرے کے بعد یہ فقرہ ہے کہ وہ دہی اور شہد کھائے گا جب تک کہ:

''وہ نیکی اور بدی کے رد و قبول کے قابل نہ ہو''[3]

دنیائے عیسائیت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا جزء یعنی کلمہ قرار دیتی ہے، اس فقرے نے واضح اس عقیدے کا پردہ چاک کر دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو کھانے پینے کی کوئی حاجت نہیں اور مسیح علیہ السلام دہی اور شہد کھائیں گے۔ نمبر دو اس فقرے میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ مسیح ایک ایسی عمر سے بھی گزرے گا جو نیکی اور بدی کے قبول کی عمر نہ ہو گی۔۔۔ یہ کیسی

---

[1] ابو داؤد الطیالسی، ج۲، ص۴۸۰، البیہقی فی شعب الایمان، ج۲، ص۷۳۔

[2] صحیح الانبیاء، ج۲، ص۷۱۳۔

[3] یسعیاہ: 15:7

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عجیب بات ہے اقانیم ثلاثہ کا ایک جز قرار دینے والے کیا خداوند کریم کی بھی کوئی ایسی عمر ہوتی ہے جس میں وہ نیکی اور بدی کو پہچان نہ سکے؟

یہ واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی ہے۔ جو دنیائے عیسائیت اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اس بہتان کو قبول کر رہے ہیں۔ اب صحیح نقشہ مسیح علیہ السلام کے بارے میں کیا ہے، قرآن سنیے:

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ○﴾[1]

"مسیح ابن مریم سوائے پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں۔ اس کی والدہ ایک راست باز عورت تھی دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے۔ آپ دیکھیے کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلیلیں رکھتے ہیں، پھر غور کیجیے کہ کس طرح وہ (حق سے) پھرے جاتے ہیں"

اس آیت میں مسیح علیہ السلام اور مریم علیہا السلام دونوں کی الوہیت (الٰہ) ہونے کی نفی ہے اور واضح بشریت کی دلیل ہے، کیونکہ کھانا پینا یہ انسانی حوائج و ضروریات میں سے ہے اور جو الٰہ ہوتا ہے وہ تو ان چیزوں سے ماورا بلکہ وراء الوراء ہوتا ہے۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اتفاقیہ طور پر کچھ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی کرتا ہے وہ اس کا کامل منصوبے کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے کیوں پیدا کیا؟ کیا کوئی اور نبی بن باپ کے پیدا ہوا؟ یہ واقعہ باقی مسلمانوں کے لیے کیا حیثیت رکھتا ہے؟

ان سوالات کے جوابات دیکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی پر غور کریں۔ سورۃ آل عمران ۳/۵۹ میں قرآن حکیم کہتا ہے کہ عیسیٰ کا حال آدم جیسا ہے۔ دونوں ایک جیسے تھے۔ کیونکہ دونوں کا کوئی جسمانی باپ نہ تھا۔ اللہ کی نافرمانی کرنے سے پیشتر آدم علیہ السلام باغ (جنت) میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ چلتا تھا۔ چونکہ حضرت آدم علیہ السلام

[1] المائدہ: ۵/۷۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

کی زندگی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح کوئی گناہ نہیں تھا جس سبب سے وہ قرب الٰہی میں ہمیشہ رہ سکتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بات کر سکتے تھے۔ شروع میں تو حضرت آدم علیہ السلام راستباز اور پاک تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا ہی بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا مقدس روح پھونکا تھا۔ لیکن جب حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو اس کے بعد آدم علیہ السلام ناراست ٹھہرے اور آئندہ کے لیے وہ باغ (جنت) میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رفاقت میں نہ رہ سکے۔

قرآن حکیم میں سورۃ طٰہٰ ۲۰/۲۱ میں پڑھیں۔ انہوں (حضرت آدم و حوا) نے اس پھل سے کھایا تو ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور دونوں اپنے اوپر جنت کے درختوں کے پتے چپکانے لگے اور حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے رب کا قصور ہو گیا اور ان کی فطرت میں گناہ آ گیا۔

یقیناً ہم سب ماسوا ایک کے اولاد آدم نہیں وہ ایک حضرت عیسیٰ المسیح علیہ السلام ہیں۔ سیب کے درخت کے ساتھ سیب ہی کا پھل لگتا ہے۔ کیا کسی سیب کے درخت کے ساتھ مالٹے لگ سکتے ہیں؟ سب انسان آدم علیہ السلام ہی کے خاندان میں پیدا ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت ان میں موجود ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کی لعنت ان کی نسل میں منتقل ہو رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ آپ سے اس لیے گناہ نہیں ہوا کیونکہ آپ نسل آدم نہیں ہیں۔ اسی سبب سے حضرت آدم علیہ السلام کی گناہ آلودہ فطرت آپ میں نہیں ہے"۔

محترم قارئین! آپ نے پادری صاحب کی تحریر پڑھی مذکورہ بالا اقتباسات میں کئی ہیرا پھیری اور بناوٹی باتیں رقم کی گئی ہیں جو کہ تار عنکبوت سے بھی کمزور ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے سورۃ آل عمران کی آیت کا ترجمہ غلط کیا ہے وہ آیت یہ ہے:

﴿ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ۝ ﴾[1]

[1] آل عمران: 3-59

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ہو بہو آدم کی مثال ہے جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا کہ ہو جا پس وہ ہو گیا''

یہ صحیح ترجمہ ہے اس آیت مبارکہ کا مگر پادری صاحب نے اپنی عادت کے موافق دوبارہ ترجمہ میں ہیرا پھیری کے مرتکب ہوئے آپ یوں ترجمہ کرتے ہیں:

''عیسیٰ کا حال آدم جیسا ہے دونوں ایک جیسے تھے کیونکہ دونوں کا کوئی جسمانی باپ نہیں تھا''

آل عمران کی آیت میں یہ لفظ کہیں بھی نہیں ہے کہ دونوں کا کوئی جسمانی باپ نہیں تھا۔ باپ نہ ہونے کی وضاحت صرف یہ کہہ کر بھی ہو سکتی ہے کہ دونوں کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ اس لفظ میں خود بخود یہ مقصد حل ہو جاتا ہے کہ یہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے مگر پادری صاحب یہ الفاظ کیوں استعمال کر رہے ہیں؟؟

دراصل دنیائے عیسائیت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا روحانی بیٹا بھی مانتی ہے۔ لہٰذا مذکورہ ترجمہ سے پادری صاحب کا مقصد حل ہوتا نظر آرہا تھا۔ مگر یاد رکھیے یہ نظریہ مکمل طور پر باطل ہے۔ جب آدم علیہ السلام کا کوئی روحانی باپ نہیں ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کا بھی کوئی روحانی باپ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ذاتی باپ۔ کیونکہ آدم علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک مثال میں برابر ہیں۔۔۔۔

اگر بائبل کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور حواء علیہا السلام یہودیوں کے عقائد کے مطابق بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے۔ (دیکھیے: پیدائش، باب ۱، باب ۲) ملک صدق سالم کا بادشاہ بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوا۔ (عبرانیوں: ۳:۷)

اب غور فرمائیں کہ مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو وہ خدا ٹھہرے آدم حواء اور ملک صدق بھی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے لیکن دنیائے عیسائیت ان تینوں کو خدا نہیں مانتی، آخر کیوں؟ بغیر ماں باپ کے تو یہ تینوں بھی ہیں؟ میرے خیال سے پادری صاحب کی نظروں سے یہ فقرات نہیں گزریں، اسی لیے وہ یہ سوال کرتے نظر آرہے ہیں کہ کیا کوئی اور نبی بن باپ کے پیدا ہوا۔۔۔۔ (1)

(۲) لوقا میں باب ۳ میں صاف طور پر مسیح علیہ السلام کا نسب نامہ موجود ہے جس میں صاف طور پر تحریر ہے کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یہ بات محل نظر ہے۔ کیونکہ بائبل نے مسیح علیہ السلام کی معصومیت پر جو نقشہ کھینچا ہے وہ تعارض پر مبنی ہے۔ اگر مسیح علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تو اُن کی والدہ تو تھیں نا اور وہ آدم اور حوا ہی کی اولاد تھیں۔ یہ حقیقت پادری صاحب سے کیوں مخفی رہی۔ بائبل خود عیسیٰ علیہ السلام کو معصوم ثابت کرنے میں متضاد ہے۔ کیونکہ وہ لکڑی پر لٹکنے والے ازروئے بائبل ملعون ہوتے ہیں، اسی لیے انہیں بھی ملعون کہا گیا ہے۔(نعوذ باللہ) [1]۔ ان کی ذاتی معاملات کچھ اس طرح سے انجیل ثابت کرتی ہے کہ وہ جھوٹ بھی بولتے تھے۔ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں میں فلاں جگہ (عید منانے) نہیں جاؤں گا مگر اس کے باوجود 'ظاہراً نہیں پوشیدہ' وہاں چلے جاتے ہیں [2]۔ کتاب مقدس میں یہ بھی واضح لکھا ہے کہ 'مے' سے بصیرت جاتی رہتی ہے [3]۔ مگر اس کے باوجود بائبل میں صاف طور پر لکھا ہے کہ مسیح علیہ السلام نے لوگوں کو 'مے' پیش کی تھی [4]۔ مسیح علیہ السلام اپنی والدہ سے مخاطب ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:

"اے عورت! مجھے تجھ سے کیا کام؟"۔ [5]

یہاں مسیح علیہ السلام نے اپنی والدہ سے توہین آمیز کلام کیا، حالانکہ کتاب مقدس میں لکھا ہے:

"تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا۔" [6]

یوسف کے بیٹے تھے اور وہاں بریکٹ والا جملہ لکھا گیا ہے جو شامل شدہ ہے۔ یعنی بائبل میں صاف طور پر مسیح علیہ السلام کے بغیر باپ کی پیدائش کا ذکر شدید اختلاف پر مبنی ہے۔ مگر قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے مسیح علیہ السلام کے بارے میں واضح کیا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔

(1) گلتیوں: 13:3

(2) یوحنا: 7-10-7

(3) ہوسیع: 11:4

(4) یوحنا: 2:10-7

(5) یوحنا: 4:2

(6) خروج: 20-12

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی لکھا ہے:

"وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے، کیونکر پاک ہو سکتا ہے؟"[1]

کتاب مقدس کے یہ تمام حوالے اس بات پر مصر ہیں کہ مسیح علیہ السلام کو مکمل طور پر معصوم ثابت کرنا درست نہیں۔ نیز اگر انہوں نے تمام انسانیت کا گناہ اپنے اوپر لے لیا اور پھر صلیب دیے گئے تو معصوم کیسے رہے؟ اور اگر موت کے بعد گناہ اوپر لادے تو بے گناہ انسان مارا گیا۔ لہٰذا انسانیت کا گناہ کیسے ختم ہوا۔ (فافھم)

لہٰذا پادری صاحب ایک بار پھر کتاب مقدس کو پڑھیں اور اپنے اقتباسات پر نظر ثانی فرمائیں۔

آدم علیہ السلام کو گناہ کا مرتکب کرکے اور ان کے گناہ کی لعنت کو تمام ابن آدم میں منتقل کرنا یہ ایک زبردست مضحکہ خیز گفتگو ہے۔

آدم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے انحراف کیا ایک عظیم گناہ کے مرتکب ہوئے۔ یہ گناہ بھی معمولی نہ تھا بلکہ بہت بڑا تھا حتی کہ یہ گناہ آدم علیہ السلام کی نسل کی سرشت میں بھی داخل ہو گیا اور ان کی وجہ سے تمام نسل انسانی میں یہ گناہ کی لعنت ٹرانسفر ہو گئی۔ اسی گناہ کی پاداش میں تمام اولاد آدم مکمل نسل اپنے باپ کی طرح دائمی عذاب کی مستحق ہو گئی۔ اس مصیبت سے چھٹکارے کا ایک ہی راستہ تھا کہ خدا اس نسل انسانی پر رحم کرے اور اس مقصد کے لیے اس نے ایسی تدبیر اختیار کی کہ قانون بھی نہ ٹوٹے اور بندوں پر رحم بھی ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے اپنے بیٹے کو منتخب کیا اور اس کو انسانی قالب عطاء کیا اور دنیا میں بھیجا۔ پھر بیٹے نے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کیا اور سولی پر موت پائی اور مر گیا اور اس کی یہ موت تمام انسانوں کے لیے کفارہ ثابت ہو گئی۔

یہ وہ عقیدہ ہے جسے عیسائی حضرات باور کرواتے ہیں۔ اس ضمن میں کئی سوالات

[1] ایوب: 14:5

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھرتے ہیں، مثلاً:

- کیا آدم علیہ السلام کی وہ غلطی لغزش تھی یا گناہ؟
- اور اگر وہ گناہ تھی (جیسا کہ پادری صاحب نے لکھا ہے) تو اس گناہ کی دو سزائیں آدم علیہ السلام کو مل چکی تھیں، ایک بہشت سے نکالے جانے کی[1] اور دوسرت موت کی۔[2]
- جب ایک گناہ کی دو سزائیں مل جائیں تو گناہ کہاں باقی رہا؟
- اگر قربانی اور خون بہا کے بغیر معافی ممکن نہیں تھی[3] اور اس کے بغیر گناہ نہیں مٹ سکتے تھے[4] تو مسیح علیہ السلام نے مصلوب ہونے سے قبل ہی اور اپنے خون کا ایک قطرہ زمین پر گرنے سے قبل ہی کس طرح اور کس اختیار سے لوگوں کے گناہ معاف کر دیے؟[5]

اور مزید غور طلب یہ بات بھی ہے کہ گناہ کیا آدم علیہ السلام نے اور اس کی سزا بھگتے یسوع مسیح علیہ السلام۔ یہ کونسا انصاف ٹھہرا؟ گناہ کرے کوئی سزا بھگتے کوئی اور؟ اگر گناہ آدم علیہ السلام نے ہی کیا تھا تو انہیں ہی سزا کا مستحق قرار دینا تھا۔ تمام انسانیت کو اس گناہ کی سزا میں شامل کرنا یہ کونسا انصاف ہے؟

حالانکہ اگر یہ برائی تھی تو پھر اس میں تمام انسانیت کے لیے اچھائی کا پہلو اجاگر ہونا چاہیے تھا نہ کہ اس گناہ کو لعنتی قرار دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ برائی کے ذریعے اچھائی پیدا

---

[1] پیدائش: 3: 19تا24
[2] رومیوں: 5: 12-19
[3] عبرانیوں: 9: 22
[4] عبرانیوں: 9: 26
[5] متی: 9: 2، لوقا: 7: 47

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔"[1]

آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی پاداش میں تو اچھائی پیدا ہونی چاہیے تھی پر دنیائے عیسائیت آدم علیہ السلام کے اس گناہ کی وجہ سے ماتم کدا کیوں؟

پادری صاحب لکھتے ہیں کہ:

"سیب کے درخت سے سیب ہی کا پھل لگے گا، کیا کسی سیب کے درخت کے ساتھ مالٹے لگ سکتے ہیں؟"

جی یقیناً سیب کے درخت سے سیب ہی کا پھل اخذ کیا جائے گا مالٹے کا ہرگز نہیں۔ یہی تو قرآن مجید بار بار سمجھا رہا ہے کہ مریم علیہا السلام بنت آدم ہیں ان کے بطن سے پیدا ہونے والا خدا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سیب کے درخت سے سیب ہی اخذ کیا جاتا ہے۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے تمام انسانیت میں گناہ منتقل[2] ہوا تو لا محالہ

[1] رومیوں: 3: 8۔ 7

[2] بائبل کا مشہور جرمن عالم ریورینڈ ہربرٹ ہاگ اپنی تازہ ترین کتاب (Is original sin in scripture) میں لکھتا ہے کہ ابتدائی دور کے عیسائیوں میں کم از کم تیسری صدی تک یہ عقیدہ سرے سے موجود ہی نہ تھا کہ انسان پیدائشی گناہگار ہے۔ اور جب یہ خیال لوگوں میں پھیلنے لگا تو، صدیوں تک عیسائی اہل علم اس کی تردید کرتے رہے۔ مگر آخر کار پانچویں صدی میں سینٹ آرگسٹائن نے اپنی منطق کے زور سے اس بات کو مسیحیت کے بنیادی عقائد میں شامل کر دیا کہ "نوعِ انسانی نے آدم کے گناہ کا وبال وراثت میں پایا ہے اور مسیح علیہ السلام کے کفارے کی بدولت نجات پانے کے سوا انسان کے لیے کوئی راہ نجات نہیں ہے"۔ ان گزارشات سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ 'کفار' کا طریقہ بناوٹی طریقہ ہے جو کہ ظلم پر مبنی ہے اور یہ انبیاء کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ امریکہ انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ 'انبیاء کی تعلیمات میں توبہ اور ندامت پر زور دیا گیا تھا۔ جس کے بغیر صرف قربانیوں اور رسمی عبادات سے مغفرت کا حصول ممکن نہ تھا۔ (Encyclopedia Americana 195,V-2,P:514)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک گناہوں کی معافی کا جو طریقہ ہے وہ یہی ہے کہ اپنے عقائد کو مضبوط کیا جائے اور ایسے اعمال صالحہ کو بجالایا جائے جس کی وجہ سے قرب الٰہی نصیب ہو اور ایسی توبہ کی جائے کہ گناہوں کی تلافی ممکن ہو جائے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو مبعوث فرمایا کہ انسانیت عقائد کو اختیار کرے اور اعمال صالحہ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بجالا کر اپنے گناہوں سے معافی مانگے۔ یہ طریقہ تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنے امتیوں کو سکھلایا لیکن اس کے برعکس اس سنت سابقہ کو مسیحیت نے تبدیل کر دیا اور اس نے عقائد، اعمال، اور استغفار کی جگہ 'کفارہ' کا مروجہ لبادہ اوڑھ لیا۔ حالانکہ عیسائی مذہب یہودی مذہب ہی کا تسلسل ہے۔ اسی لیے اس میں یہود کی مقدس کتاب کو بائبل کے 'عہد عتیق' کی حیثیت سے برقرار رکھا ہے۔ بائبل میں عہد جدید میں مسیح علیہ السلام کا یہ قول موجود ہے 'یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں۔ ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ (متی 5:18-17) اس لحاظ سے یہودیت جو گناہ کے معافی کا طریقہ تھا وہ طریقہ عیسائیت میں آکر کس طرح تبدیل ہوا؟ استغفار کی جگہ کفارہ نے کس طرح لی؟ تمام انسانیت گناہ پر گناہ کرے اور ایک معصوم کو ان کے گناہ کا کفارہ بنا کر سولی پر چڑھایا جائے۔ یہ کوئی مذہبی تعلیم نہیں، بلکہ یہ طریقہ بے دین اور ظالم اقوام کا ہوا کرتا ہے۔ جسے آج عیسائیت کے عقائد میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ایک زبردست محقق علم انسانیت (Anthropology) اور عالمی عقائد و مذاہب کے عدیم المثال مسیحی مفکر و محقق فریزر (Frazer) اپنی معرکہ آراء کتاب (The Golden Bough) شاخ زریں میں رقمطراز ہے:

It was an ancient custom in a crisis of great danger that the ruler of the city or nation should give his beloved son to die for the whole people, as a renson offered to the avengining demons. (The golden Bough, v-3,P:166,1912)

یعنی یہ ایک قدیم رواج تھا کہ کسی شہر یا ملک کا حاکم کسی عظیم خطرہ و ابتلاء کے موقع پر اپنے پیارے بیٹے کو ساری قوم کی طرف سے مرنے کے لیے پیش کرتا تاکہ وہ (سب کی طرف سے) انتقام پسند شیاطین کے حضور فدیہ ہو۔

مزید لکھتے ہیں:

ایک مرنے والے خدا کا قربانی کا بکرا بن کر اپنے عبادت گزاروں کو ساری تکالیف سے آزاد کرا لینے کا نظریہ ۔۔۔ جب ہم اس افسوس ناک مغالطہ کی تاریخ وحشی عوام میں اس کی خام ابتداء سے لے کر مہذب اقوام کی قیاست الہیات میں اس کی مکمل نشو نما تک ملاحظہ کرتے ہیں تو ہم اس طریقہ پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جس کے ذریعہ (انسان نے) قربانی کے بکرے کی گھٹیا اور احمقانہ رسم کو (بظاہر) ایسے ارفع تصور کی شکل دے دی ہے جس کی رو سے ایک خدا مر کر ساری دنیا کے گناہ اٹھا لے جاتا ہے۔

(The Golden Bough, V:6, the scapegoat-preface)

ان گزارشات سے یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ "کفارہ" کا طریقہ بناوٹی، مروجہ طریقہ ہے جو کہ ظلم پر مبنی ہے اور یہ طریقہ واضح طور پر انبیاء کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ امریکنا انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ "انبیاء کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مریم علیہا السلام یسوع مسیح علیہ السلام کی والدہ میں بھی منتقل ہوا ہوگا۔ اس لیے گناہ کی سزا کے طور پر انہیں دردزہ بھی ہوا[1] اور آج تک ہر عورت بلکہ حد یہ ہے کہ مسیحی عورتوں کو بھی "دردزہ" کے مرحلہ سے گزرنا پڑتا ہے۔ لہٰذا یہ گناہ جو منتقل ہوا مریم علیہا السلام میں بھی لازماً جوان کی اولاد ہوئی ان میں بھی منتقل ہوا ہوگا؟ کیونکہ پادری صاحب نے خود ہی کہا تھا کہ سیب کے درخت سے سیب ہی لگتا ہے مالٹا نہیں۔۔۔۔

ایک قابل توجہ گزارش

پادری صاحب نے یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یعنی آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تو وہ راندائے درگاہ ٹھہرے اور عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا کبھی بھی نہیں کیا۔ اسی لیے وہ ہمیشہ راست باز رہے۔ اگر یہی بات ہے تو یحییٰ بھی آدم علیہ السلام ہی کی اولاد ہیں مگر بائبل نے انہیں اللہ تعالیٰ کا مقرب اور وہ بھی 'مے' نہ پیئے گا اور نہ ہی شراب اور اپنی ماں کے بطن ہی سے روح القدس سے بھر جائے گا۔[2] یہ خطاب اور فضیلت لوقا میں موجود ہے، مگر ان میں کیوں یہ لعنت ٹرانسفر ہوئی؟ اور اگر نہ ہوئی تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی گناہ سے پاک کیوں؟ اس بات پر غور کیجیے؟

کیونکہ مسیح علیہ السلام کے علاوہ بھی بہت سوں کو بائبل نے پاکباز کہا ہے اور یہ پاکبازی صرف عیسیٰ علیہ السلام ہی میں نہ تھی، جیسا کہ پادری صاحب باور کروانے کی تگ ودو میں

تعلیمات میں توبہ اور ندامت پر زور دیا گیا تھا اور اسے ایک بنیادی شرط قرار دیا گیا تھا جس کے بغیر صرف قربانیوں اور رسمی عبادات سے مغفرت کا حصول ممکن نہ تھا۔ (Encyclopedia Americana 1958-V-2,P514)

(1) پیدائش 16:3

(2) لوقا 15:1

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصروف ہیں اور اسی طرح سے یہ بات بھی بالکل غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کفارے کے لیے صرف مسیح علیہ السلام ہی میسر آئے یہ خیال بھی دلیل سے کوسوں دور ہے۔ بائبل کہتی ہے:

''آدم کے بیٹے ہابیل راست باز تھے۔''[1]

دانیال نبی کے بارے میں بائبل کہتی ہے:

''وہ دیانتدار تھا اور اس میں کوئی خطا یا تقصیر نہ تھی۔''[2]

حزقیاہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

''وہ خداوند سے لپٹا رہا۔ اور اس کی پیروی کرنے سے باز نہ رہا، بلکہ اس کے حکموں کو مانا جن کو خداوند نے موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا۔''[3]

سموئیل نے بھی لوگوں سے اپنی بے گناہی اور معصومیت کی شہادت مانگی اور انھوں نے دی۔[4]

زکریا علیہ السلام اور ان کی بیوی کے متعلق بائبل نے گواہی دی:

''وہ دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے سب احکامات و قوانین پر بے عیب چلنے والے تھے۔''[5]

ان حوالوں سے واضح طور پر یہ بات نکھر کر سامنے آتی ہے کہ جن جن بزرگوں کا ذکر بائبل میں ہے حالانکہ وہ سب کفارے سے قبل کے تھے بلکہ انھوں نے مسیح علیہ السلام کو دیکھا بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ پاکباز، نیک اور معصوم کا تصور کفارے کے عقیدے کے بغیر بھی ممکن ہے اور اس عقیدے پر ایمان نہ رکھنے کے باوجود بھی قرب الٰہی اور کامیابی سے ہمکنار ہونا ممکن ہے۔

① متی: 23-35
② دانی ایل: 6:4
③ سلاطین: 18-6
④ سموئیل: 12-3-5
⑤ لوقا: 1-6

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسیٰ علیہ السلام کے تینتیس سالہ مبارک زندگی کے کتنے لمحے اور ایام دنیائے عیسائیت کے پاس محفوظ ہیں؟

کیونکہ پادری صاحب نے جو دعویٰ کیا ہے (عیسیٰ علیہ السلام وہ واحد ہیں جنہوں نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا) لہذا یہ دعوی اسی وقت ہی ممکن ہوگا کہ جب مسیح علیہ السلام کی مکمل زندگی لیل ونہار آپ کے پاس محفوظ ہوں[1]۔ کیونکہ برٹانیکا انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ:

> "صاف اور درست بات یہ ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام پر لکھنے کی کوشش ترک کر دینی چاہیے اس کے لیے یقیناً مواد موجود نہیں۔ اندازا لگایا گیا ہے کہ ہمارے پاس ان کی زندگی کا ریکارڈ پچاس دنوں سے زیادہ نہیں"[2]

اگر ہم اس بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں جو RED LINER ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال کو سرخی سے لکھا گیا ہے تو اس حساب وکتاب کے بعد مسیح علیہ السلام کے اقوال و افعال کی تعداد صرف سینکڑوں تک تجاوز کرتی ہے۔ کیا مندرجہ بالا فہرست پر پوری ۳۳ سالہ زندگی کا شمار کرنا درست ٹھہرے گا؟

مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام راست باز، نیک، مقرب اور صالحین تھے۔ کیونکہ تمام نبیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی کہ:

"کل من الاخیار" (ص:38:48) "تمام انبیاء بہترین لوگ تھے"

"کل من الصالحین" (الانعام:6:85) "تمام کے تمام صالحین میں سے ہیں"

مزید اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۘ مِّنْهُم مَّن كَلَّمَ اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ﴾[3]

---

[1] یاد رہے کہ اسلام میں تمام انبیاء علیہم السلام کو معصوم عن الخطاء قرار دیا ہے۔ یہ فضیلت صرف عیسیٰ علیہ السلام کے لیے خاص نہیں۔

[2] Britannica Encyclopeadia 1958, V:13, P:1617

[3] البقرۃ:2:253

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کیے ہیں"

قرآن مجید کی تلاوت کے بعد ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام غلطی کرنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے مقرب رہے، کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے نافرمانی کی اور جنت کے لباس اتر گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی۔

﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾[1]

"دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنے پر ظلم کیا اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں ہو جائیں گے"۔

جب انہوں نے دعا کی تو ارشاد ہوا:

﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى﴾[2]

"پھر اس کے رب نے اسے چن لیا پس اس کی طرف توجہ کی اور اس کی رہنمائی فرمائی"

قرآن مجید جو لاریب کلام اللہ ہے اس نے واضح فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہو گئی اور ان کی معافی قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی۔

دین اسلام قطعاً کسی نبی کو نعوذ باللہ لعنتی نہیں قرار دیتا، بلکہ وہ تمام نبیوں کی توقیر اور عزت کو برقرار رکھتا ہے۔ یہی خاصیت ہے قرآنِ مجید کی کہ وہ ہر قسم کی بازاری گفتگو، لچر کلام اور غیر شائستہ باتوں سے ہمہ وقت روکتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مقرب نہ تھے یہ صرف لفاظی ہے۔ قرآن و صحیح حدیث اس کی ہرگز تائید نہیں کرتے۔

پادری صاحب مزید لکھتے ہیں:

[1] الاعراف: 7:23
[2] طٰہٰ: 20:122

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سورۃ آل عمران ۳/۵۰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیں بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی فرمانبرداری کریں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ دکھانے کے لیے کہ میں تیرا بہت احترام کرتا ہوں ضروری ہے کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری کریں۔۔۔

اگر ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احکام کی فرمانبرداری کرنا چاہتے ہیں تو پھر یہ احکام ہمیں کہاں ملیں گے؟ یہ احکام ہمیں انجیل شریف میں ملیں گے"

بالکل درست فرمایا مسٹر پادری صاحب نے ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو ہدایت ہے وہ تو ہے ہی مگر آج کی انجیل شریف میں بھی یہ احکامات موجود ہیں۔ اگر ہم سچے مسیح علیہ السلام کے ماننے والے ہیں تو آیئے انجیل شریف کی پیروی کریں۔ انجیل شریف میں واضح طور پر لکھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشن گوئی کے بارے میں بائبل کہتی ہے، اس کا ذکر یوحنا میں ہے کہ:

"اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلیم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔"[1]

انجیل شریف کے اس فقرے نے برملا طور پر آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے۔ تیسری ہستی کے بارے میں جو کہا گیا کہ "کیا تو وہ نبی ہے؟" یہاں سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اولادوں سے زیادہ پہچاننے والے تھے۔ اسی لیے اس نبی کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ ان کو بہت رسوخ کے ساتھ جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

﴿يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَآءَهُمْ﴾[2]

[1] یوحنا: 1: 19 تا 22

[2] البقرۃ: ۱۴۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولادوں کو۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دنیائے عیسائیت مسیح اور ایلیاہ کے بارے میں تو خوب ان الفاظوں کی تشریح کرتی ہے مگر جب اس فقرے کی طرف آتے ہیں جس میں واضح طور پر محمد ﷺ کا اشارہ ہے تو ان کے قلم جنبش کھا کر کتمان حق اختیار کر جاتے ہیں، آخر ایسا کیوں؟ مزید ہم بائبل سے رسول اللہ ﷺ کی پیشن گویاں ذکر کریں گے جس سے واضح ہو گا کہ وہ نبی سے مراد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ کتاب استثناء میں ہے کہ :

"اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں، میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا، لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے، اور اگر تو اپنے دل میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی اسے ہم کیوں کر پہچانیں تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے، تو اس سے خوف نہ کرنا"[1]

اس نبی سے مقصود حضرت محمد ﷺ ہیں۔ حضرت یوشع بن نون نہیں، جیسا کہ یہود نے سمجھا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نہیں جیسا کہ نصاریٰ نے سمجھا ہے۔ وجہ یہ ہے:

1. عیسیٰ علیہ السلام کے معاصر یہود ایک دوسرے نبی کا انتظار کر رہے تھے، جن کی بشارت دی جا چکی تھی۔ لہٰذا یہ انتظار قطعی دلیل ہے کہ جن کی بشارت دی گئی تھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاصر یوشع کے بجائے کوئی اور ہیں۔ پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی علاوہ ہیں، جو ان کے ساتھ حاضر تھے۔

[1] کتاب استثناء، باب ۱۸، فقرہ ۱۷ تا ۲۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

2 اس بشارت میں ''تیری مانند'' کا لفظ واقع ہوا ہے اور یوشع اور عیسیٰ، موسیٰ علیہما السلام کی مانند نہیں تھے، کیونکہ یہ دونوں بنی اسرائیل سے تھے، اور کتاب استثناء باب ۳۴، فقرہ ۱۰ کی نص کے مطابق بنی اسرائیل میں موسیٰ جیسا کوئی نبی برپا نہیں ہوا، جس سے اللہ نے کلام کیا تھا اور مستقل کتاب اور نئی شریعت دے کر بھیجا تھا، جو اوامر، نواہی، حدود اور حلال و حرام اور غسل و طہارت وغیرہ کے احکام پر مشتمل تھی۔ جبکہ یوشع علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ان کی شریعت کے تابع تھے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے اطاعت کردہ سردار تھے، حدود نافذ کرتے تھے اور ان پر حکمران تھے۔ جبکہ عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہ تھے، کیونکہ ان کی کتاب انجیل احکام و تشریعات سے خالی ہے اور ان کی قوم میں ان کی اطاعت بھی نہیں کی جاتی تھی۔

3 اس بشارت میں ''ان ہی کے بھائیوں میں سے'' کا لفظ آیا ہے، اور کوئی شک نہیں کہ بنی اسرائیل بارہ قبائل ہی اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے۔ اس لیے یہاں جس نبی کی بشارت دی گئی ہے اگر وہ بنی اسرائیل سے ہوتے تو یوں کہا جاتا کہ ''ان میں سے'' یا ''ان کے درمیان سے'' یا ''خود ان کے اندر سے'' یا '' ان کے خلف سے''۔ اور چونکہ یوشع علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا نسب حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام سے ملتا ہے اس لیے یہ دونوں بنی اسرائیل سے ہیں اور ان پر یہ بشارت صادق نہیں آتی۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہاں بھائیوں سے مراد حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل بھی ہیں اور توریت میں بھائیوں سے مراد حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل ہے، اور توریت میں بھائیوں کے لفظ کا اطلاق اسماعیل علیہ السلام کی نسل اور اسحاق علیہ السلام کی نسل پر ہوا ہے۔ اور اسماعیل علیہ السلام کے متعلق کتاب پیدائش، باب ۱۶، فقرہ ۱۲ میں ہے:

''اور وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا''

اسی طرح کتاب پیدائش، باب ۲۵، فقرہ ۱۸ میں ہے:

''یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور چونکہ محمد ﷺ حضرت اسماعیل کی نسل سے ہیں جو بنی اسرائیل کے بھائی ہیں، اس لیے آپ پر یہ بشارت خوب کھل کر صادق آتی ہے۔

4 یہ بشارت استقبال کے صیغے سے آئی ہے، لفظ ''برپا کروں گا'' وغیرہ آئندہ زمانہ کے لیے ہے۔ لہٰذا یہ لفظ موسیٰ کے خادم یوشع پر صادق نہیں آسکتا جو اس وقت موجود تھے اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ تھے اور قوم بنی اسرائیل میں داخل تھے۔

5 اس بشارت میں یہ لفظ بھی آیا ہے کہ ''اپنا کلام[1] اس کے منہ میں ڈالوں گا'' یہ اشارہ ہے کہ اس خوش خبری والے نبی پر کتاب نازل ہوگی اور وہ امی ہوگا، لکھی ہوئی سطریں پڑھنا نہ جانتا ہوگا، بلکہ وہ اللہ کا وہ کلام بولے گا جو اس پر نازل ہو کر اس کے سینے میں محفوظ ہوگا۔ اور یہ بات یوشع پر صادق نہیں آتی، جن پر سرے سے کوئی کتاب ہی نہیں اتری، بلکہ وہ توریت کو لکھی ہوئی سطروں سے پڑھتے تھے اپنے حفظ سے نہیں۔

6 اس بشارت میں یہ بھی آیا ہے کہ ''جو کوئی میری اب باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا''۔ اور ایک روایت میں یوں ہے ''جو کوئی اس کی ان باتوں کی جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا، اطاعت نہ کرے گا تو میں اس سے اس کا انتقام لوں گا'' اور چونکہ یہ انتقام اس بشارت دیے گئے نبی کے لیے دوسرے انبیاء سے امتیاز کا ذریعہ ہوگا اس لیے جائز نہیں کہ اس نبی کے منکر سے لیے جانے والے اس انتقام سے مراد آزمائشوں کے ذریعہ لیا جانے والا دنیوی انتقام ہو، یا جہنم میں لیا جانے والا اخروی انتقام ہو، کیونکہ اس قسم کا دنیوی یا اخروی انتقام کسی نبی کے ساتھ خاص نہیں ہے جو

[1] بقول مسیحوں کے کہ مسیح علیہ السلام خود کلام ہیں اللہ تعالیٰ کے، لہٰذا ان پر یہ فقرہ صادر نہیں آتا کیونکہ ان پر کوئی کلام نہیں اترا یہ پیشن گوئی نبی کریم ﷺ پر ہی صادر آتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے نبی کے تعلق سے نہ ہو۔ بلکہ یہ سارے نبیوں کے تعلق سے عام ہے۔ اس لیے صحیح بات یہ ہے کہ یہاں انتقام سے مراد تشریعی انتقام ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ یہ خوشخبری والا نبی اللہ کی طرف سے مامور ہوگا کہ اپنے منکرین سے انتقام لے، (یعنی ان منکرین سے جو آپ کے مد مقابل آئیں گے اور آپ کو نقصان پہنچائیں گے ابو جہل، ابولھب وغیرہ) ان سے بذریعہ تلوار جنگ کرے، ان کا خون اور مال حلال سمجھے، اور ان کی ذریت کو گرفتار کرے، اور یہ بات مکمل طور سے محمد ﷺ پر صادق آتی ہے۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام پر صادق نہیں آتی، کیونکہ وہ اپنے منکرین سے قتال کرنے پر مامور نہ تھے، اور ان کی انجیل حدود و قصاص اور تعزیر و جہاد کے احکام سے خالی ہے۔

7 اس بشارت کا ایک فقرہ اس طرح بھی ہے ''لیکن جو نبی تکبر کے ساتھ جرأت کر کے کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔''[1]

یہ نص صریح ہے کہ جھوٹا نبی جو اللہ کی طرف کوئی ایسی بات منسوب کرے جس کا اللہ نے اسے حکم نہیں دیا ہے وہ قتل کیا جائے، اور یہ سورۃ الحاقہ آیت ۴۴ تا ۴۶ میں اللہ کے اس ارشاد کے مطابق ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۝﴾[2]

''اگر یہ پیغمبر ہم پر بعض باتیں بنا کر کہتا تو ہم اسے داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے، پھر اس کی رگِ گردن کاٹ دیتے۔''[3]

---

(1) استثناء: 18: 21

(2) الحاقۃ ۴۴ تا ۴۶

(3) محترم قارئین! آیت مبارکہ میں اس نبی کا ذکر ہے جس کا نبی ہونا اللہ نے ثابت کیا ہو کیونکہ محمد رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لٰہذا اگر محمد ﷺ سچے نبی نہ ہوتے تو قتل کر دیے جاتے، اور معلوم ہے کہ آپ ﷺ نے دشمنوں سے لڑائیاں کیں اور بہت سی جگہ بنفس نفیس ان کے مقابل ڈٹے رہے، لیکن کوئی آپ کو قتل نہ کر سکا اور اللہ نے آپ کو دشمنوں سے محفوظ رکھا اور آپ جیتے رہے، یہاں تک کہ طبعی موت کے ذریعہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اور سورۃ المائدہ آیت ۶۷ میں اللہ کے اس ارشاد کی تصدیق ہو گئی:

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ [1]

''اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا''

رہے عیسیٰ علیہ السلام، تو اہل کتاب کا خیال ہے کہ وہ سولی دے کر قتل کر دیے گئے۔ لٰہذا یہ بشارت اگر ان کے حق میں ہوتی تو لازم آتا کہ وہ جھوٹے نبی تھے، جیسا کہ یہود کہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ

تنبیہ چونکہ محمد ﷺ کو طبعی موت آئی اور قتل نہیں کیے گئے، اس لیے آپ پر یہ بشارت کھلے طور سے صادق آتی ہے۔ لٰہذا جب اہل کتاب کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے پرانے ایڈیشنوں کے اس لفظ کو کہ ''وہ نبی قتل کیا جائے'' بدل کر اس کی جگہ ۱۸۶۵ء اور اس کے بعد کے ایڈیشنوں میں یہ لفظ رکھ دیا کہ ''وہ نبی مر جائے گا'' انہوں نے ایسا محمد ﷺ کی تکذیب پر اصرار کے طور پر کیا۔ اس لیے کہ موت قتل سے عام ہے اور سچے اور جھوٹے دونوں طرح کے نبی مرتے ہیں، لیکن بشارت کی نص میں یہ تحریف بھی اس کی دلالت کو محمد ﷺ سے پھیرنے میں کار آمد نہ ہو سکی۔ وجہ یہ ہے کہ:

8 فقرہ ۲۲ جو اس بشارت کا آخری فقرہ ہے اس نے یہ بیان کر دیا ہے کہ جھوٹے نبی

اللہ ﷺ اللہ کی طرف بھیجے ہوئے نبی تھے اور یہ بات قرآنِ مجید نے ثابت کی ہے کہ قرآن مجید آپ محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ یہ آیت ہرگز ان لوگوں کے بارے میں نہیں ہے جو نبوت کا جھوٹا دعوے کرتے ہیں۔ لٰہذا اس وضاحت کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ لٰہذا بائبل کا فقرہ بھی اسی پر محمول کیا جائے گا۔

[1] المائدہ: ۶۷

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی علامت یہ ہے کہ آئندہ کے غیبی واقعات کے متعلق اس کی پیشن گوئی سچی نہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ اسے رسوا کرے گا اور اس کا جھوٹ ظاہر کرے گا اور چونکہ محمد ﷺ نے آئندہ کے بہت زیادہ حوادث کی پیشن گوئی کی اور سب میں آپ کی سچائی ظاہر ہوئی، لہٰذا آپ سچے، برحق اور اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی تھے۔

9. اور اس لیے کہ پیغمبر اسلام کے ہم زمانہ علمائے یہود نے تسلیم کیا کہ محمد ﷺ ہی توریت کی بشارت والے پیغمبر ہیں، اور ان میں سے بعض اسلام بھی لے آئے، مثلاً مخیریق النضری، عبداللہ بن سلام اور کعب احبار۔ اور بعض نے آپ کی نبوت تسلیم کی مگر اسلام نہیں لائے۔ مثلاً عبداللہ بن صوریا حیی بن اخطب اور اس کا بھائی ابو یاسر بن اخطب، اور اس میں کوئی حیرت نہیں کرنی چاہیے کیونکہ جو علمائے یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم زمانہ تھے انہوں نے آپ کی نبوت اور معجزات تسلیم کیے، لیکن آپ کے کفر و قتل کا فتویٰ بھی دیا۔ جیسا کہ انجیل یوحنا، باب ۱۱، فقرہ ۴۵ تا ۵۷ ،اور باب ۱۸، فقرہ ۱ تا ۲۴ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

ایک اعتراض:

بنی اسرائیل کے بھائی صرف بنی اسماعیل میں منحصر نہیں ہیں، کیونکہ بنی عیسو بن اسحاق بھی ان کے بھائی ہیں۔

جواب:

بنی عیسو بن اسحاق میں کوئی ایسا نبی ظاہر نہ ہوا جس پر اس بشارت میں مذکور باتیں منطبق ہوتی ہیں، اور اللہ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس عیسو بن اسحاق کے حق میں کوئی وعدہ نہیں آیا۔ لیکن حضرت ابراہیم وہاجرہ علیہما السلام کے لیے ان کے بیٹے اسماعیل اور ان کی نسل کے حق میں توریت کے بہت سے مقامات پر اللہ کا وعدہ آیا ہے۔

دوسرا اعتراض:

بعض ایڈیشنوں کے اندر اس بشارت میں یہ لفظ آیا ہے ''تمہارا خداوند تمہارے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درمیان سے تمہارے ہی بھائیوں میں سے الخ" تو لفظ "تمہارے درمیان سے" صریح ہے کہ اس خوشخبری والا نبی بنی اسرائیل سے ہوگا۔

جواب:

اگر ہم اس لفظ کو تسلیم بھی کرلیں تو یہ ہمارے مقصود کے منافی نہیں، کیونکہ یہ لفظ کہ "تمہارے ہی بھائیوں میں سے" یا تو بدل اشتمال ہے یا بدل اضراب ہے۔ اور دونوں میں سے جو بھی مانیں بہر حال مبدل منہ غیر مقصود ہوگا اور اصل مقصود یہی ہوگا کہ "تمہارے ہی بھائیوں میں سے"۔ پھر جب محمد ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کی اور وہیں آپ کا کام پورا ہوا اور وہاں مدینہ اور اس کے اطراف میں متعدد یہودی قبائل تھے، مثلاً خیبر، بنی نضیر، بنی قینقاع، بنی قریظہ، تو گویا آپ بیک وقت ان کے درمیان سے بھی برپا ہوئے اور ان کے بھائیوں کے درمیان سے بھی برپا ہوئے۔[1]

فائدہ: ذیل میں موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کے درمیان مماثلت کی بعض وجہیں پیش کی جارہی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ دونوں:

1. اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔
2. دونوں کے والدین تھے۔
3. دونوں نے نکاح کیا اور اولاد ہوئی۔
4. دونوں جہاد کرنے اور بت پرست مشرکین کے قتل پر مامور تھے۔
5. زنا کی حد قائم کرنے پر مامور تھے۔
6. حدود نافذ کرنے پر قادر تھے۔
7. سردار تھے اور قوم میں ان کی اطاعت کی جاتی تھی۔
8. دونوں کی شریعت نے عبادت کے لیے کپڑے اور بدن کی طہارت کی

[1] عیسائیت (شیخ رحمت اللہ کیرانوی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جنبی، حائضہ اور نفساء کے لیے غسل کی شرط لگائی ہے۔

9 دونوں کی شریعت غیر مذبوح جانور کو اور بتوں کے لیے کی گئی قربانیوں اور نذروں کو حرام قرار دیتی ہے۔

10 دونوں کی شریعت میں قصاص، حدود اور تعزیرات کی تعیین ہے۔

11 سود حرام ہے۔

12 دونوں کی موت طبعی ہوئی اور دفن کیے گئے۔

اسی طرح دوسرے معاملات پر بھی غور کرنے سے مماثلت ظاہر ہوگی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ المزمل آیت ۱۵ میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا﴾

''ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا جو تم پر شاہد ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا''

آپ ﷺ کے بارے میں دوسری بشارت:

اس نے کہا خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا۔ وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا اور دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی۔[1]

''خداوند سینا سے آیا'' سے مراد اس کے دین کا ظہور اور اس کی واحدانیت کا پرچار ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی۔ اور جبل شعیر سے ارجن ٹائن کا وہ پہاڑ مراد ہے جس سے عیسیٰ علیہ السلام کا دین ظاہر ہوا۔ اور فاران مکہ مکرمہ کا جبل نور ہے۔ جس میں سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں سے نبی کریم ﷺ کے جاں نثار پاک باز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دس ہزار کا لشکر مراد ہے۔ جو

[1] استثناء 33: 1-2

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح مکہ کے دن دس ہزار کی تعداد میں تھے۔ یہ پیشن گوئی ہو بہو نبی کریم ﷺ پر صادر آتی ہے مگر یہ بات بھی عیسائی حضرات کو نہ بھائی، انہوں نے بائبل سے دس ہزار لشکر کو ہٹا کر لاکھوں کر دیا اور یہ بھی بائبل کی تحریف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ ﷺ کے بارے میں تیسری بشارت:

"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا فارقلیط بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔"[1]

فارقلیط یہ اسم مبارک یونانی زبان میں ہے جس کا ترجمہ عربی میں احمد ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾[2]

اور جیسا کہ یوحنا 15:26 میں ہے کہ:

"لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی روح حق جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔"

یہ پیشن گوئی بھی واضح طور پر نبی کریم ﷺ پر صادر آتی ہے کیونکہ عقیدہ توحید نے وہ احکامات جو آج دنیائے عیسائیت بھول بیٹھی ہے محمد رسول اللہ ﷺ نے یاد دلائیں۔ سابق پادری علامہ عبداللہ الترجمان نے اپنی کتاب جو کہ تقریباً پچاس سال قبل شائع ہوئی تھی بنام "تحفۃ الاریب فی الرد علی اھل الصلیب" اس میں عبداللہ ترجمان صاحب فرماتے "فارقلیط" کی پیشن گوئی جو یوحنا: 15:26 میں وارد ہے یہی وہ نام ہے

---

[1] یوحنا: 16:14۔ مذکورہ حوالہ بائبل طبع 1927ء انارکلی لاھور بائبل سوسائٹی کا ہے اس کی فوٹو کاپی ہمارے پاس موجود ہے۔ (خ۔ر۔ب)

[2] الصف: 6/61

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو میرے اسلام میں داخلے کا سبب بنا ہے۔ فارقلیط سے مراد ہمارے نبی محمد ﷺ ہی ہیں۔ جنہوں نے انسانوں کو سب کچھ سکھایا اور قرآن مجید کی تعلیم دی، جس میں اولین و آخرین کے علوم ہیں۔ جن کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سوائے حضرت محمد ﷺ کے کوئی شخص بھی مذکورہ اوصاف والا ظاہر نہیں ہوا جس کی بشارت مسیح علیہ السلام نے اپنی کتاب میں دی ہے۔"[1]

نوٹ: "تحفۃ الاریب" کتاب کا ترجمہ حکیم شمس الدین احمد قریشی نے کیا تھا، بمطابق ۱۵ جون ۱۹۶۱ء میں۔ یہ ایک نادر کتاب ہے جو تقریباً سینکڑوں سال قبل لکھی گئی تھی اس کتاب کا قدیم نسخہ الحمدللہ راقم کی لائبریری میں موجود ہے۔

پادری صاحب بائبل نے ہمیں بتایا کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہوں گے۔ لہٰذا ہمیں بائبل کی بات ماننی چاہیے، ہم اسی وقت ہی عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکار بن سکتے ہیں ورنہ صرف ان کے معجزات کو ماننا اور ان کی نہ ماننا ایسے لوگ کئی گزر چکے ہیں (یوحنا ۴۷۔۴۵:۱۱، ۲۴۔۱:۱۸) جو ایمان میں مکمل نہ ہوئے۔۔۔ لہٰذا پچھلے سطروں میں جو ہم نے بائبل سے پیشن گوئیاں نقل کی ہیں تمام سچے عیسائیوں کو اس بات کی دعوت ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کی بات مانتے ہوئے اسلام کو قبول کریں۔ ان دلائل کے علاوہ اور بھی پیشن گوئیاں ہیں مگر ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

پچھلے اوراق میں جو ہم نے ذکر کیا ہے کہ سچے نبی کی نشانی یہ ہوئی کہ وہ مستقبل کی خبریں بتائے گا اور اس کی پیشن گوئیاں من اور عن سچی ثابت ہوں گی۔ کتاب استثناء، فقرہ ۲۲ میں جو اس بشارت کا آخری فقرہ ہے اس میں یہ واضح الفاظ میں موجود ہے کہ جھوٹے نبی کی علامت یہ ہے کہ آئندہ کے غیبی واقعات کے متعلق اس کی پیشن گوئیاں سچی ثابت نہ ہوں گی۔ کیونکہ اللہ اسے رسوا کرے گا اور اس کا جھوٹ ظاہر کرے گا، لیکن اس کے برعکس ہم جب محمد ﷺ کی پیشن گوئیوں کی طرف دیکھتے ہیں تو آپ نے جتنی

[1] تحفۃ الاریب، صفحہ 103

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

بھی پیشن گویاں فرمائی وہ ساری کی ساری من اور عن ثابت ہوئیں۔

مستقبل کی چند پیشن گویاں جو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جاری ہوئیں:

1. رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر دی تھی کہ وہ آپ کے اہل میں سب سے پہلے آپ سے جا ملیں گی۔ چنانچہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے چھ مہینے بعد رمضان ۱۱ھ میں انتقال فرما گئیں۔[1]

2. رسول اللہ ﷺ نے ام حرام بنت ملحان نجاریہ انصاریہ کو خبر دی تھی کہ آپ ﷺ کی امت کے لوگ اللہ کی راہ میں غزوہ کرتے ہوئے سمندر میں سوار ہوں گے۔ چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت کے ساتھ سیدنا عثمان کے عہد میں امیر شام سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جزیرہ قبرص فتح کرنے کے لیے سمندر میں سوار ہوئیں۔ جب وہ سمندر سے باہر نکلیں اور گھوڑا سواری کے لیے پیش کیا گیا تو اس نے گرادیا جس سے ان کی وفات ہوگئی یہ واقعہ ۲۷ھ، ۶۴۷ء کا ہے۔[2]

3. رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ: قیامت قائم ہونے سے قبل ایک آگ نکلے گی جس سے بصرہ (شام کا شہر حوران) میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔[3]

۶۵۴ھ میں یہ نشانی ظاہر ہوئی اور جیسا آپ ﷺ نے فرمایا تھا ہو بہو ویسا ہی ہوا۔[4]

ان واقعات کے علاوہ اور کئی واقعات کتب احادیث میں صراحتاً مذکور ہیں، جس سے آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

---

(1) صحیح البخاری، کتاب المغازی، رقم ۴۴۳۳

(2) صحیح البخاری، کتاب الجہاد، رقم الحدیث ۲۸۷۷-۲۸۷۸

(3) صحیح بخاری، کتاب الفتن، رقم ۷۱۱۸

(4) البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۳، ص ۱۱۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❹ جب تک عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے فتنے ظاہر نہ ہوں گے اور وہی ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔[1]

❺ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بتلایا تھا کہ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب (نبوت کا جھوٹا مدعی) اور ایک سخت ہلاک کنندہ ظاہر ہوگا، پھر جس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی ٹھیک اسی طرح سے ہوا۔ مختار ثقفی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسے امیر بصرہ سیدنا مصعب بن زبیر نے جنگ کر کے ۶۷ھ، ۶۸ء میں کوفہ کے اندر قتل کیا اور سخت ہلاک کنندہ حجاج ثقفی تھا، جس نے ۹۵ھ/۷۱۴ء میں وفات پائی۔[2]

❻ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی کہ بیت المقدس کی فتح کے بعد وباء ہوگی پھر جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی ویسے ہی ہوا۔[3]

❼ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ سردار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دو بڑے گروہ میں صلح کرائے گا۔ اور وہی ہوا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کیونکہ ۴۰ھ میں ان کے والد کی شہادت کے بعد ان کے لیے خلافت کی بیعت کی گئی اور سات مہینے ان کی خلافت قائم رہی۔ لیکن انہوں نے مسلمانوں میں باہمی جنگ گوارا نہ کرتے ہوئے جمادی الاول ۴۱ھ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوگئے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے اہل عراق اور اہل شام میں صلح کرا دی۔[4]

❽ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی خبر دی تھی کہ حسین رضی اللہ عنہ قتل کیے جائیں گے (طف،

---

(1) صحیح بخاری، کتاب الفتن: ۷۰۹۶

(2) مختصر سیر اعلام النبلاء ۳/۵۴۹، تاریخ الطبری ج ۳، ص ۱۱۱

(3) مسند امام احمد

(4) سنن الترمذی، باب ۳۱، رقم ۳۷۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں۔ لہٰذا وہی ہوا جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔[1]

9 آپ ﷺ نے خالد بن ولید کو والی دومۃ الجندل اکیدر بن عبدالملک کندی کے پاس روانہ کرتے ہوئے خبر دی تھی کہ وہ اسے گائے کا شکار کرتے ہوئے پائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، جو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔[2]

10 رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی کہ سراقہ بن مالک کو کہ وہ کسریٰ کے کنگن پہنیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں انہیں کنگن پہنائے گئے۔ (تلك عشرة كاملة)[3]

نوٹ: اس موضوع پر راقم کی تقریر رسول اللہ ﷺ کی پیشن گویاں اور بائبل سماعت فرمائیں۔ جس میں واضح کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری سچے نبی تھے۔

ان کے علاوہ بھی متعدد واقعات احادیث میں مروی ہیں کہ جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا تھا وہ من اور عن پورے ہوئے۔ استیعاب مقصود نہیں ورنہ کئی دلائل سے اوراق کو مزین کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا پیشن گوئی جو بائبل میں درج ہے اس حوالہ سے بھی آپ محمد ﷺ کا نبی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:

> ”اللہ کے کلام کو کوئی بدل نہیں سکتا، اگر آپ سے کوئی کہتا ہے کہ ”کتب سابقہ“ تبدیل ہو چکی ہیں تو اس سے پوچھیے انہیں کس نے تبدیل کیا اور وہ کب تبدیل ہوئی ہیں“ پھر آپ اس سے پوچھیں اگر ایسا ہی ہے تو قرآن حکیم جو انجیل شریف کے بھی ۶۰۰ سال بعد لکھا گیا ہمیں ایسا کیوں نہیں بتایا گیا کہ انجیل شریف بدل چکی ہے؟“

[1] تاریخ الطبری، البدایۃ والنھایۃ وغیرہ

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ص ۷۱

[3] الاصابۃ لابن حجر، رقم ۳۲۵۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پادری صاحب نے اپنی تحریر میں چند نکات کو واضح کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں یہ کہیں نہیں ہے کہ پچھلی کتابیں محرف ہو چکی ہیں اور نہ ہی کلام اللہ کبھی تبدیل ہو سکتا ہے۔

پادری صاحب آپ نے کتاب کے آغاز میں آدم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا کہ:

> ''شروع میں آدم علیہ السلام راست باز اور پاک تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا ہی بنایا تھا۔''

جب اللہ تعالیٰ نے انہیں راست باز بنایا تھا اور وہ گناہ گار بن گئے، یعنی اللہ کا راست باز بنایا ہوا گناہ گار بن گیا تو جب یہ ہو سکتا ہے تو کلام بھی اللہ تعالیٰ کا بدل سکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پچھلی کتابوں کی حفاظت کی ہرگز ذمہ داری نہیں اٹھائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتب میں قصداً اور عمداً تحریف کی جا چکی ہے۔ تحریف سے پاک صرف قرآنِ مجید ہی ہے جس طرح سے نازل ہوا تھا بعینہٖ آج بھی اسی طرح سے ہے اور قیامت تک اسی حالت میں رہے گا۔ بائبل کی تحریف کے بارے میں ہم آگے تفصیلی بحث کریں گے۔ ان شاء اللہ

سابقہ کتب تبدیل شدہ یا غیر تبدیل شدہ قرآنِ مجید کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ ﴾[1]

> ''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔''

عیسائیوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو الٰہ بنا لیا اور اول جرم ان کا یہ تھا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیا، حالانکہ یہ واضح ہے کہ انجیل میں ہرگز یہ نہ لکھا تھا

[1] التوبۃ: ۹/۳۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ قرآن بیان کرتا ہے کہ یہ بہتان ہے، اللہ تعالیٰ پر۔ لہٰذا یہ ان کی تحریف تھی اپنی کتاب میں جو آج بھی کھل کر سامنے آتی ہے۔

دیکھیے سورۃ التوبۃ ۹: ۳۰، اس کے علاوہ قرآنِ مجید نے جب اہل کتاب سے مطلق خطاب فرمایا تو وہاں یہود و نصاریٰ یعنی تورات کے ماننے والے اور انجیل کے ماننے والے دونوں مراد ہوا کرتے ہیں، یہ قاعدہ یاد رکھنا ضروری ہے۔ لہٰذا ان دونوں گرہوں سے اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ:

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَکُمْ وَقَدْ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [1]

”مسلمانو! کیا تمہاری خواہش یہ ہے کہ یہ لوگ ایماندار بن جائیں۔ حالانکہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کلام اللہ کو سن کر عقل و علم والے ہوتے ہوئے بھی پھر بدل ڈالا کرتے ہیں“

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ یہود نے کلام اللہ میں تحریف کر دی تھی اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ واضح کر دیا کہ یہود نے اپنی کتاب میں کئی تحریفات کی ہیں خصوصاً ان پیشن گوئیوں کے حوالے سے جہاں رسول اللہ ﷺ کی آمد کی اطلاع مبیّن طور پر موجود تھیں۔

دوسری آیت:

﴿مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَیًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِی الدِّیْنِ﴾ [2]

”یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کتاب کے کلمات کو ان کے موقع و محل سے بدل دیتے ہیں، اور اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔۔۔۔“

مندرجہ بالا آیت میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنی کتاب کے

[1] البقرہ 2: 75
[2] النساء 4: 46

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلمے بدل ڈالے۔ مزید سنیے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ ﴾[1]

"پھر چونکہ انہوں نے اپنے عہد کو توڑ ڈالا۔ لہٰذا ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دل سخت کر دیئے (اب ان کا حال یہ ہے کہ) کتاب اللہ کے کلمات کو ان کے موقع و محل سے بدل ڈالتے ہیں اور جو ہدایات انہیں دی گئی تھیں ان کا اکثر حصہ بھول چکے ہیں"

واضح ہوا کہ قرآن مجید نے اہل کتاب کے ان اعمال کا ذکر کیا جو انتہائی افسوس ناک ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب کی اصل منشاء کو چھپایا اور کلمے کے کلمے تبدیل کیے اور اس کی تحریف کے مرتکب ہوئے۔ اسی بات کا ذکر سورۃ مائدہ آیت نمبر اکتالیس (۴۱) میں اور بقرۃ کی ۷۵ ویں آیت میں کیا گیا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید نے یہ ثابت کیا کہ پچھلی کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے۔ اب ہم اس کی تحریف کا ثبوت ان شاءاللہ کتاب مقدس بائبل سے دیں گے۔ لیکن اس سے قبل میں پادری صاحب سے کہتا چلوں کہ کیا آپ نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا ہے؟ کیونکہ میرے خیال سے آپ کی نظر مندرجہ بالا آیات پر نہیں پڑی۔ اسی لیے آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ:

"اگر ایسا ہی ہے تو قرآن حکیم جو انجیل شریف کے بھی چھ سو سال بعد لکھا گیا ہے الخ؟"

ہم نے جو آیات قرآن حکیم سے نقل کی ہیں وہ دلالت کرتی ہیں کہ اہل کتاب نے اپنی کتب میں تبدیلی کی ہے۔

دراصل مذکورہ غلط فہمی صرف پادری صاحب کو ہی نہیں ہوئی، بلکہ ہر عیسائی عالم کو یہ کہتے ہوئے سنیں گے کہ جب قرآن مجید نے پچھلی کتابوں کی تعریف کی ہے تو وہ کس طرح سے تبدیل ہو سکتی ہیں۔ حالانکہ پچھلی کتابیں بھی وحی اور کلام الٰہی پر مبنی تھیں۔ اس غلط فہمی کا ازالہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان کتابوں کی تصدیق فرمائی تھی جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام

[1] المائدۃ: 13:5

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پر نازل ہوئیں۔ ان کتابوں کی ہرگز تصدیق نہیں کی جو محرف ہو چکی ہیں۔ جس میں تناقضات، تبدیلیاں، آمیزش کے انبار ہیں اور کتاب کی اصل پر دبیز پردے ہو گئی۔ قرآن مجید نے صرف ان کتابوں کی تصدیق فرمائی تھی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تھی۔

پروفیسر ساجد میر حفظہ اللہ رقمطراز ہیں "کتابوں کا وہی نام (تورات انجیل وغیرہ) رکھا گیا ہے جو منزل من اللہ کتب کا تھا۔ اس لیے قرآن نے جب نازل ہو کر ان کتابوں کی تصدیق کی تو عربی قواعد بلاغت کی رو سے یہ تصدیق "ما کان" (کسی چیز کی ماضی میں موجود صورت جو حال میں بدل چکی ہے) کے اعتبار سے تھی۔ نزول قرآن کے زمانہ یا زمانہ مابعد کے اعتبار سے نہیں۔"[1]

لہٰذا جس طرح سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی تصدیق قرآن نے کی اور ان کی رسالت کے بارے میں بھی، مگر اب ان کی رسالت نہیں رہی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رسالت و نبوت ختم ہو چکی ہے۔ بعین اسی طرح سے پچھلی کتابوں کی تصدیق تھی مگر اب (محرف) کتابوں کی کوئی تصدیق نہیں۔

بائبل کی تحریف کا ثبوت بائبل سے:

بائبل میں کثیر تعارض اور غیر سائنسی بیانات ہیں جو کہ فحش اغلاط پر مبنی ہیں اور یہ تمام اغلاط و تغیرات واضح اس بات پر دلیل ہیں کہ بائبل میں تحریف ہو چکی ہے، جس کا اعتراف کئی غیر مسلم عیسائی اسکالرز نے کیا ہے۔ خیر یہ بات ہمارے موضوع میں شامل نہیں مگر ہم یہاں بائبل سے چند فقرے نقل کریں گے جو خود اس بات کی دلیل ہوں گے کہ موجودہ بائبل محرف ہے۔ مثلاً:

1. بائبل کی وہ آیت جو نظریہ تثلیث کی قریب ترین ہو سکتی ہے وہ (1st Epistle of John) یوحنا کا پہلا خط 5:7 ہے جو کہتی ہے:

---

[1] عیسائیت، صفحہ ۲۹۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''چونکہ آسمان میں حساب رکھنے والے تین ہیں، باپ، کلمہ، روح القدس اور یہ تین ایک ہی ہیں''

لیکن اگر آپ Revised standard version پڑھیں جس کی ۳۲ علماء نے نظر ثانی کی ہے جو عیسائی ہیں، انہوں نے مندرجہ بالا آیت کو تحریف شدہ اور من گھڑت قرار دیا ہے۔

محترم قارئین! مندرجہ بالا آیت کا من گھڑت ہونا صرف اس لیے نہیں کہ اسے من گھڑت ہونے کا دعوی ۳۲ علماء نے کیا ہے بلکہ اس کا من گھڑت ہونے کے کئی پہلو اور بھی ہیں۔ کیونکہ بائبل میں کئی فقرات خود اس نظریہ کی مکمل تردید کرتی ہیں۔ میرے نزدیک الزام صرف الزام ہی ہوتا ہے مگر جب اس الزام کو ثابت کر دیا جائے تو وہ دلیل بن جاتا ہے۔ قرآن مجید پر بھی کئی لوگوں نے اس قسم کے الزامات کھڑے ہیں مگر وہ آج تک ان الزامات کو ثابت نہ کر پائے اور نہ ہی کر سکیں گے۔[1] مگر اس کے برعکس تثلیث کے تصور کو ہم خود ہی بائبل میں متعارض پاتے ہیں جو اس نظریے کے کمزور ہونے کی مبین دلیل ہے۔

❷ قیامت کے علم کے بارے میں قرآن و حدیث میں ایک ہی بیان ہے وہ یہ کہ قیامت کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور کو نہیں مگر بائبل میں اس مسئلے پر تحریف کی جا چکی ہے۔ انجیل مرقس اور متی کے اعتبار سے مسیح علیہ السلام نے کہا:

''لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا، مگر باپ''[2]

مندرجہ حوالہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں ہیں کیونکہ خدا کو ہی قیامت کا علم ہوتا ہے مگر ترجمہ نگاروں اور مسیحی برادری کو یہ ہضم نہ ہوا تو انہوں نے

[1] راقم کی اس موضوع پر مدلل کتاب بنام ''عیسائی علماء اور مستشرقین کی جانب سے قرآن پر کیے گئے اعتراضات کے سوال و جواب'' عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔ ان شاء اللہ

[2] متی 36:24، مرقس 32:13

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بیٹا" کے الفاظ کو حذف کر دیئے۔ انگلش بائبل جو کہ "Giant Print Reference Edition" نام سے معروف ہے اس میں اس فقرے کے لفظ "بیٹا" کو حذف کر دیا گیا ہے۔ مندرجہ فقرے میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس نسخے سے "Son" "بیٹا کے الفاظ ہی حذف کر دیئے گئے ہیں اور جدید کیتھولک ترجمہ میں انہی مسودوں کے پیش نظر متی کی عبارت تبدیل کر دی گئی ہے جس میں "بیٹا" کے الفاظ کو نکال دیا گیا ہے۔

"But of that day and hour knoweth no man, no not the angles, of heawen but my father only."[1]

❸ پولس نے ایک خط میں لکھا تھا "پس اے بھائیو! ثابت قدم رہو اور جن روایتوں کی تم نے ہماری زبانی یا خط کے ذریعہ سے تعلیم پائی ہے ان پر قائم رہو (تھسلنیکیوں: 15:2) قدیم تراجم میں روایتوں (Traditions) کی جگہ احکامات (Ordinance) کا لفظ تھا۔ مگر شریعت کے احکامات کی قدر و منزلت گھٹانے کے چکر میں اس لفظ کو روایت سے بدل دیا ہے۔

❹ کتاب استثناء میں جھوٹے نبی کی بابت لکھا ہے:

"لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے تو وہ نبی قتل کر دیا جائے۔"

اس فقرے کو ۱۸۶۵ء اور اس کے بعد کے ایڈیشنوں میں لفظ "نبی قتل کر دیا جائے" کو تبدیل کر کے "وہ نبی مر جائے گا" کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ کہ نبی کریم ﷺ قتل نہیں ہوئے بلکہ آپ ﷺ کو طبعی موت واقع ہوئی تھی۔ اس صاف پیشن گوئی کا علم جب اہلِ کتاب کو ہوا تو انہوں نے "قتل کر دیا جائے گا" کے الفاظ کو تبدیل کر کے "مر جائے گا" کے الفاظ شامل کر دئے جو کہ واضح تحریف ہے۔

❺ سینٹ پال (بائبل میں) گلتیوں باب نمبر ۳ آیت نمبر ۱۳ میں فرماتے ہیں:

[1] Methew 24:26

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے"

اور مزید کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۳:

"اس کا جسم پوری رات درخت پر نہ لٹکایا جائے بلکہ تو اسی دن اسے دفن کر دینا کیونکہ جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔ تانہ ہو کے تو اس زمین کو ناپاک کر دے جسے خدا نے تجھ کو میراث کے طور پر دی ہے"

کتاب استثناء باب ۲۱ اور فقرہ ۲۳ میں لعنت کا نظریہ ہلالی خطوط اور علامتی نشان (*) کے ساتھ تحریر کر کے بتایا گیا ہے کہ یہ کتاب مقدس کا حصہ نہیں ہے بلکہ حقیقت میں سینٹ پال کا بیان ہے جس کا اس نے گلتیوں باب ۳ کی ۱۳ میں ذکر کیا ہے۔

میرا سوال یہ ہے کہ پوری بائبل حرف بہ حرف پڑھیے کہیں بھی یہ حوالہ نہیں کہ کتاب میں یہ لکھا ہے جس کا ذکر سینٹ پال نے کیا ہے۔ اگر لکھا ہے تو پادری صاحب سینٹ پال جو کہ ۲۰۰۰ سال قبل تھے مجھے ان سے قبل یہ دکھایا جائے کہ جو صلیب پر چڑھا وہ یا درخت پر لٹکا وہ ملعون ہے کہاں لکھا ہے؟؟

6 بائبل Genesis 1:3&5 میں بیان ہے:

"روشنی پہلے دن تخلیق کی گئی"۔

Genesis 1:14-19 میں بیان ہے

"روشنی کا ذریعہ ستارے اور سورج وغیرہ، چوتھے دن تخلیق کیے گئے"۔

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ روشنی کے ذرائع تو چوتھے دن تخلیق کیے گئے ہوں جب کہ روشنی کی تخلیق پہلے دن ہوئی ہو؟ یہ غیر سائنسی ہے۔ مزید برآں بائبل 1:9-13 Genesis میں بیان ہے:

"سورج اور چاند چوتھے روز بنائے گئے"۔

آج سائنس ہمیں بتاتی ہے "زمین اپنے بنیادی جسم، سورج کا حصہ ہے" یہ سورج سے پہلے وجود میں نہیں آسکتی۔ یہ غیر سائنسی ہے۔ پانچواں نکتہ بائبل 1:11-13

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Genesis میں بیان ہے:

''سبزہ، جڑی بوٹیاں، جھاڑیاں اور درخت یہ سب تیسرے روز بنائے گئے''

اور سورج بقول Genesis 1:14-19 چوتھے روز بنایا گیا۔ سورج کی روشنی کے بغیر سبزہ کیسے وجود میں آسکتا ہے اور یہ سورج کی روشنی کے بغیر کیسے حیات پا سکتے ہیں؟

چھٹا نکتہ: بائبل Genesis 1:16 میں بیان ہے کہ:

''خدا نے ۲ روشنیاں بنائیں، بڑی روشنی، سورج دن کی حکمرانی کے لیے اور چھوٹی روشنی، چاند رات کی حکمرانی کے لیے''

اگر آپ عبرانی عبارت کے حقیقی معنی مراد لیں تو یہ ''چراغ'' کے معنی میں ہے۔ ایسے چراغ جن کی اپنی روشنیاں ہیں اور آپ زیادہ بہتر طور پر جان سکیں گے اگر آپ دونوں فقرات Genesis 1:16 اور فقرہ نمبر 17 بھی ملاحظہ کریں۔ فقرہ نمبر 17 میں بیان ہے:

''خداوند تعالیٰ نے انہیں آسمان کے گنبد میں رکھا ہے تاکہ زمین کو روشنی دیں''

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سورج اور چاند کی اپنی اپنی روشنی ہے۔ لیکن یہ ہمارے ثابت شدہ سائنسی علوم کے برعکس ہے۔ کیونکہ تحقیق شدہ بات یہ ہے کہ سورج کی اپنی روشنی ہے اور چاند اس کا منعکس ہے۔ اس کی اپنی روشنی نہیں ہے۔ اس حقیقت کو چودہ سو سال قبل قرآن نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾[1]

''بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بنایا اور چمکتا چاند بھی۔''

مندرجہ آیت نے سورج کو ''سراجاً'' کہا یعنی سورج کی اپنی روشنی ہے اور قمر کو ''منیراً'' یعنی وہ صرف چمک رہا ہے اس کی اپنی روشنی نہیں ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کا بیان عین حقیقت پر مبنی ہے جس کی آج سائنس معترف ہے اور بائبل کا بیان غلط ہے جو کہ

[1] الفرقان: 61:25

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح سائنس کے خلاف ہے۔[1]

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مصالحانہ کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ بائبل میں چھ دنوں کا ذکر ہے ان سے مراد چھ طویل ادوار ہیں جیسا کہ قرآن میں چھ طویل ادوار کا ذکر ہے نہ کہ چھ ۲۴ گھنٹے والے دن مراد ہیں۔ یہ غیر منطقی ہے۔ آپ بائبل میں دن اور رات کے الفاظ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یہ تو واضح طور پر ۲۴ گھنٹے والے دن کی نشاندہی ہے۔

اگر یہ چوبیس گھنٹہ والے نہیں ہیں تو یہ میں پادری صاحب پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اس کے بارے میں کیا کہیں گے۔۔۔ایک عام آدمی تو شاید آپ کی بات کا قائل ہو جائے مگر میرے جیسا ایک Science کا طالب علم قائل نہ ہوگا۔

ان آیات میں کئی تعارض ہیں، ان تعارض کی بناپر اسے اللہ کا کلام ہر گز نہیں کہا جا سکتا۔ مزید اس میں ایسی اغلاط ہیں جو (Modern Science) کے بھی خلاف ہیں۔ کیا ایسا کلام خداوند کریم کا ہو سکتا ہے؟ یہ بات اسی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ یہ آیات محرف ہیں یا پھر کسی انسان کا اپنا ذاتی تجربہ ہے جو حقیقت کے خلاف ہے۔

7 کتاب احبار میں 15-1-12 میں بیان ہے کہ اگر کوئی عورت حاملہ ہو اور اس کے لڑکا ہو تو وہ سات دن ناپاک رہے گی، جیسے حیض کے ایام میں رہتی ہے اور آٹھویں دن لڑکے کا ختنہ کیا جائے۔ اس کے بعد تینتیس (۳۳) دن تک وہ طہارت کے خون میں رہے۔

---

[1] محترم قارئین! سائنس کو ہم نے اس لیے یہاں پیش کیا ہے کہ یہ قرآن وحدیث کے مطابق بیان واضح کر رہی ہے، اگر یہ سائنسی تحقیق کتاب وسنت کے خلاف ہوگی تو ہر گز ہمیں مقبول نہیں، کیونکہ کہ جدید سائنس کی تصدیق تو قرآن وسنت کرتی ہے سائنس قرآن وسنت کی تصدیق نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یہ انسانی تحقیق کا محور ہے۔ مگر ساتھ میں یہ بھی مد نظر رکھیں کہ ہم نے یہاں ان تحقیقات کو ذکر کیا ہے جو آج ثابت ہو چکیں ہیں اور قرآن وسنت کے مطابق ہیں اور سائنس دان اسے قبول کرتے ہیں۔ ورنہ حق کو ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت ہی بہت ہیں، چونکہ ہم مخاطب ان لوگوں سے بھی ہیں جو قرآن وسنت کو نہیں مانتے بلکہ وہ سائنس کو ترجیح دیتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور اسی بات کی فقرے نمبر 7-6 میں ہے کہ اگر اس کے لڑکی ہو تو وہ دو ہفتے ناپاک رہے گی۔ اس کے بعد وہ چھیاسٹھ دن تک طہارت کے خون میں رہے گی۔

اس عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر عورت لڑکے کو جنم دے گی تو وہ چالیس دن تک ناپاک ہو گئی اور اگر وہ لڑکی کو جنم دے گی تو وہ اسّی دن کے لیے ناپاک ہو گی۔

پادری صاحب شریعت اسلامیہ نے نفاس کے وقت چاہے عورت لڑکی جنم دے یا لڑکا اس کا (Period) یکساں مقرر کیا۔ لیکن بائبل میں یہ واضح تفریق موجود ہے جو اس بات کی مبیّن دلیل ہے کہ یہ کوئی الہامی کلام نہیں کیونکہ خدا کے نزدیک انسانیت کی پیدائش یکساں ہے چاہے وہ لڑکا ہو یا لڑکی اسی لیے ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (وہ عورت جس نے بچے کو جنم دیا) چالیس دن انتظار کرے الا یہ کہ اس سے پہلے پاک صاف ہو جائے۔ (سنن ترمذی)

اسلام میں لڑکے اور لڑکی کی ولادت پر عورت پر نفاس کا حکم یکساں ہے۔ لیکن بائبل میں واضح طور پر تفریق موجود ہے۔

کیا ایسی تفریق کو ہم خدا کے کلام کا نام دے سکتے ہیں؟

8 کتاب احبار Leveticus 14:49-53 میں ایک گھر کو کوڑھ سے بچانے کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے، دو پرندے لیں، ایک پرندے کو ماریں لکڑی لیں اسے چھیل لیں اور دوسرے پرندے کو بہتے ہوئے پانی میں ڈبوئیں۔ بعد ازاں اسے گھر میں سات مرتبہ چھڑکیں۔

جناب عالی! کیا یہ خدا کا کلام ہے؟ ایک Science کا طالب علم اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ خون تو جراثیم اور زہریلے مادہ Toxin کو پھیلانے کا ایک آسان ترین طریقہ ہے، لیکن خدا نے اسی زہریلے علاج کو کوڑھ سے بچاؤ کا علاج قرار دیا پادری صاحب حیرت کی بات ہے۔۔۔ کیا ایسی غیر منطقی اور غیر سائنسی چیزیں حجّت ہو سکتی ہیں؟

مزید بائبل کی تحریف سابق پادری گلزار مسیح کی زبانی سنیے، آپ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

9 بائبل کو تقریباً ۱۶۰۰ سال کے عرصے میں ۴۰ مصنفین نے مرتب کیا۔ ان افراد کا تعلق دنیا کے مختلف حصوں سے تھا۔ آخری مصنف پہلے مصنف کی وفات کے ۱۴۵۰ برس بعد پیدا ہوا تھا۔ کیتھولک چرچ کے نزدیک بائبل ۷۲ کتابوں کا مجموعہ ہے، جبکہ پروٹسٹنٹ چرچ اسے ۶۶ کتابوں پر مشتمل مانتا ہے[1] اور اسے دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید میں ۲۷ کتابیں ہیں، جبکہ پروٹیسٹنٹ چرچ عہد نامہ قدیم کو ۳۹ اور عہد نامہ جدید کو ۲۷ کتابوں کا مجموعہ مانتے ہیں۔ عہد نامہ قدیم کی پہلی پانچ کتابیں تورات (TORAH) کہلاتی ہیں۔ پرانا عہد نامہ عبرانی زبان میں لکھا گیا تھا جس میں کتاب دانی ایل (دانیال) اور کتاب عزرا (عزیر) کے کچھ حصے آرامی زبان میں تھے۔ نیا عہد نامہ مکمل طور پر یونانی زبان میں لکھا گیا۔ ۱۴۲۰ء میں کیتھولک چرچ کو کچھ صحیفے ملے جنہیں وقت کے پوپ کے فرمان کے مطابق محفوظ کر لیا گیا مگر اس سے پہلے اس کا ترجمہ عبرانی اور یونانی سے لاطینی زبان میں کیا گیا۔

پوپ کا یہ حکم بھی تھا کہ آج کے بعد ان قدیم صحیفوں کو ہاتھ نہیں لگایا جائے گا، چنانچہ اس فرمان کے مطابق آج تک کوئی انہیں چھو نہیں سکا۔ اس وقت قدیم ترین بائبل کے تین نسخے موجود ہیں۔

1 نسخہ وٹیکن: یہ چوتھی صدی عیسوی کا نسخہ ہے اور روم (اٹلی) میں محفوظ ہے۔

---

[1] بائبل کی تحریف کی سب سے بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ کیتھولک کے نزدیک بائبل ۷۲ کتابوں کا مجموعہ اور دوسرا گروہ وہ بھی بائبل کو ماننے والے مگر ان کے نزدیک ۶۶ کتابوں پر مشتمل ہے بائبل۔ اب اندازہ کیجیے اتنا بڑا فرق اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان لوگوں کے درمیان بھی بائبل کے کئی ابواب غیر ثابت شدہ ہیں۔ کسی نے خوب کہا تھا "میرے گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ سینائی نسخہ: یہ بھی چوتھی صدی عیسوی کا نسخہ ہے اور سینٹ پیٹرز برگ (روس) میں محفوظ ہے۔

❸ نسخہ اسکندریہ: یہ پانچویں صدی عیسوی میں مرتب ہوا اور لندن میں محفوظ ہے۔

عہد نامہ جدید کی کتب ۵۰ء کے بعد لکھی گئیں۔ متی، مرقس، لوقا، یوحنا، چاروں ۵۰ء تا ۱۱۵ء کے دور میں لکھی گئیں۔ اس دوران میں مقدس برناباس (حواری) نے ایک انجیل لکھی جو ۵۵ء کے زمانے کی ہے۔[1]

اگرچہ بائبل میں تحریف ہو چکی ہے اور اس میں مختلف مقامات پر تضاد پایا جاتا ہے، لیکن اگر ہم اس سے حوالہ پیش کرتے ہوئے اس امر کا اطمینان کر لیں کہ وہ قرآن مجید سے متصادم نہیں ہے تو اس صورت میں ہمیں حوالہ دینے میں متأمل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ خود قرآن مجید میں بائبل کے متعلق حکمت اور دانائی کے الفاظ موجود ہیں۔

مسلمان یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر ایک آسمانی کتاب نازل کی تھی جو انجیل کہلاتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ آج اس کے بعض اجزاء عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ الوہی تعلیمات کی صورت میں عہد نامہ جدید میں شامل ہوں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اس بائبل پر ایمان رکھتے ہیں جو آج ہمارے سامنے ہے کیونکہ یہ اصل کتب کا مجموعہ نہیں جو اللہ نے نازل کی تھیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے ان میں ترمیمات، تحریفات اور اضافے کر ڈالے۔ یہ بات اس کمیٹی نے بھی تسلیم کی جو بائبل مقدس (ترمیم شدہ معیاری ایڈیشن) پر نظر ثانی کے لیے قائم کی گئی تھی۔ یہ کمیٹی ۳۲ علماء پر مشتمل تھی جو اس کے رکن تھے۔ انہوں نے تعاون کرنے والے فرقوں کے پچاس نمائندوں پر مشتمل مشاورتی بورڈ کے تاثرات اور مشورے اپنی رپورٹ میں شامل کیے۔ کمیٹی نے بائبل مقدس کے مقدمے میں کہا:

”بعض اوقات یوں لگتا ہے کہ متن میں سے کچھ حصے حذف کر دیے گئے ہیں،

[1] بائبل کی تاریخ (انگریزی) از پادری برکت مسیح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن کسی نسخے میں بھی حذف شدہ حصے قابل اطمینان طور پر بحال نہیں کیے
گیے اصل متن کی انتہائی امکانی تشکیل جدید کے لیے فاضل علماء نے جو بہترین
قیاس پیش کیے ہیں، اب ہمیں انہی پر اکتفا کرنا ہے“

کمیٹی نے مقدمے میں یہ بھی لکھا:

”عبارات کا اضافہ کیا گیا ہے، جن سے قدیم مستند نسخوں میں اہم تبدیلیوں،
اضافوں اور تحریفات کا پتہ چلتا ہے“

ان تحریفات اور اضافے کا اعتراف کرتے ہوئے مشہور مصنف ول ڈیورنٹ لکھتا ہے:

“it is clear that there are many contradictions between one gospel and another many dubious statements of history….” (Will dusrant, the story of civilization, New York 1957, vol 3, P 557)

یہ بات واضح ہے کہ ایک انجیل کے دوسری انجیل سے بہت تضادات ہیں، اور ان کے بہت سے بیانات تاریخی طور پر مشکوک ہیں۔

(A companion to the bible) کے محقق نے برملا لکھا ہے کہ ”یہ کہنے کی قطعاً کوئی بنیاد موجود نہیں کہ بائبل تاریخی و لفظی اغلاط سے پاک ہے۔۔۔ اس میں یقیناً غلطیاں اور تضاد موجود ہیں۔[1]

عیسائیوں کے بڑے محقق آگسٹائن نے بھی اعتراف کیا کہ:

“I shouid not believe in the gospel if I had not the authourity of the church for so doin.”[2]

اگر کلیسائی کی سند مجھے انجیل پر اعتماد رکھنے کو نہ کہتی تو میں اس پر کبھی ایمان نہ رکھتا۔

اگر غور کیا جائے تو کلیسا کو سند و اختیار بائبل ہی دے رہی ہے، جب بائبل ہی مشکوک تو پھر کلیسائیوں پر اعتماد کا کیا مطلب؟ صحیح بات یہی ہے جس کو (Thomas Paine) نے ذکر کیا کہ اپنے مصنفین کے اختلاف کی وجہ سے (بائبل کی) ان کتابوں کا وحی والہام

[1] A companion to the bible, P 5-7

[2] Herbert Muller, : User of the past , P:89

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(پر مبنی) ہونا بالکل خارج از بحث ہو کر رہ گیا ہے۔[1]

بائبل کا تحریف شدہ ہونا بائبل سے ہی ثابت ہوتا ہے۔ مزید اگر غور کیا جائے تو بائبل ہی کے مطالعہ سے ایسی سترہ کتابوں کا سُراغ ملتا ہے جن کا ذکر بائبل میں کیا گیا ہے، مگر وہ کتابیں موجود نہیں ہیں۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بائبل محرف ہے، مثلاً:

1. عہد نامہ موسیٰ علیہ السلام (یہ توریت ملنے سے قبل کا ہے) (خروج 7:24)
2. جنگ نامہ خداوند (گنتی 14:21)
3. کتاب آشر (یشوع 13:10)
4. کتاب یاشر (نمبر ۲ سموئیل 18:1)
5. کتاب قوانین سلطنت (نمبر ۱ سموئیل 25:10)
6. تواریخ جاد غیب بین (نمبر ۱ تواریخ 29:29)
7. تواریخ سموایل غیب بین (نمبر ۱ تواریخ 29:29)
8. تواریخ ناتین نبی (نمبر ۱ تواریخ 29:9)
9. کتاب ناتن نبی (نمبر ۲ تواریخ 29:9)
10. کتاب دویت عیدو غیب بین (نمبر ۲ تواریخ 15:12)
11. تغیر عیدو غیب بین (نمبر ۲ تواریخ 23:13)
12. تواریخ عیدو غیب بین (نمبر ۲ تواریخ 15:12)
13. تواریخ سمعیاہ نبی (نمبر ۲ تواریخ 15:12)
14. کتاب آفات بابل (یرمیاہ 51:59تا64)
15. نغمات سلیمان (تعداد ایک ہزار پانچ) (نمبر ۱ سلاطین 32:4)
16. امثال سلیمان (تعداد تین ہزار) (نمبر ۱ سلاطین 32:4)
17. تواریخ حوزی (نمبر ۲ تواریخ 19:33)

[1] Thomas Paine, The Age of Reason, P:19

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قارئین کرام! موجودہ بائبل میں عہد نامہ عتیق کی کتاب امثال کے اکتیس ابواب میں تقریباً ایک ہزار امثال ہیں جب کہ باقی دو ہزار غائب ہیں، غزلیں بھی صرف آٹھ ہی ہیں جب کہ نو سو ستانوے غزلیں بھی غائب ہیں اور وہ بھی سلیمان علیہ السلام کی نہیں ہو سکتیں۔ آپ پڑھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں۔۔۔اب بتایئے قارئین کیا یہ تحریف کی واضح دلیل نہیں ہے؟؟؟

موقع کی مناسبت سے یہاں ایک واقعہ نظر قرطاس ہے جو کہ افادیت سے خالی نہیں۔ قرآنِ مجید کی حفاظت اور اس کی اپنی اصلی حالت میں قائم رہنا یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے لیکن اس کے باوجود ہم یہاں ایک بہترین تحقیق کا ذکر کیے بغیر نہیں رہیں گے۔ کیونکہ یہ واقعہ قرآنِ مجید کی حفاظت اور کلامِ الٰہی پر مبیّن دلیل ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں:

> "۱۹۳۳ء میں میونخ یونیورسٹی نے ایک ادارہ قرآنِ مجید کی تحقیق کے لیے قائم کیا۔ ڈاکٹر پریٹسل (Rretzl) اس ادارے کے تیسرے ڈائیریکٹر تھے۔ اس ادارے نے قرآنِ مجید کے قدیم سے قدیم ترین نسخے دنیا کے مختلف ممالک سے اکھٹے کیے۔ کچھ نسخے ایک سو سال کے، کوئی دو سو سال پہلے، تیسری، چوتھی، پانچویں صدی کے غرض یہ جتنے بھی نسخے مختلف میوزیم اور لائبریریوں سے جمع ہو سکتے تھے اصل یا فوٹو کاپی کی شکل میں جمع کر لیے۔ اس طرح سے کچھ ۴۲۰۰۰ نسخے اکھٹے کیے گئے۔ علماء اور محققین کی ایک بڑی جماعت کو ان نسخوں پر بٹھایا گیا انہوں نے ایک طویل عرصے تک مقابلہ و موازنہ کیا تاکہ ایک نسخے کا دوسرے نسخے سے اختلاف یا فرق ڈھونڈ سکیں۔ اس تحقیق پر کئی سال لگے اور بعد میں اس کی عارضی رپورٹ شائع کی گئی۔ ان بیالیس ہزار نسخوں میں صرف دو جگہ فرق نظر آیا (ان محققین کے مطابق) یہ فرق کاتب کی غلطی کی وجہ سے تھی۔" [1]

بائبل کی تحریفات پر مزید معلومات حاصل کرنے کے لیے وزٹ کیجیے۔

[1] خطبات بہاولپور، ص ۳۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.islam-guide.com/bible

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اسلام کے حوالے سے مزید معلومات کے لیے وزٹ کیجیے:

www.islam-guide.com/jesus

www.islamicmsg.org

مزید پادری صاحب لکھتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے دو منصوبے تھے۔ یہودی رہنماؤں کا منصوبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالیں اور اللہ تعالیٰ کا منصوبہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موت واقع ہو۔

کیا قرآن حکیم یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو موت واقع نہیں ہوئی؟ جی نہیں سورۃ النساء ۴:۷۴ میں لکھا ہے کہ یہودی لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی انہیں مصلوب کیا۔ اس آیت میں یہ نہیں لکھا کہ یہودی کہتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو موقع واقع نہیں ہوئی۔۔۔ مزید پادری صاحب لکھتے ہیں۔۔۔ آپ سنیں گے کہ انہوں نے لفظ ''متوفیك'' پڑھا ہے یہ لفظ ''توفه'' سے نکلا ہے اس لفظ کے معنی ''مر جانا'' یا کسی کو مار ڈالنا کے ہیں۔ دو بار اس کا ترجمہ سو جانا ہوا ہے۔

بہت خوب جناب! اگر یہودی منصوبہ مار ڈالنا ہی تھا تو وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو گئے۔ پادری صاحب مزید یہ کہ کونسی ایسی آیت ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کو موت دینا چاہتا تھا؟ ذرا آپ بتائیں گے؟ یا کونسی آیت سے آپ نے یہ خود ساختہ اصول اخذ فرمایا ہے؟ میں نے آپ سے ابتداء ہی میں گزارش کی تھی کہ آپ نے حقیقتاً قرآن و حدیث کا مطالعہ نہیں کیا۔ جس طرح سے آپ نے بائبل کا مطالعہ نہیں کیا، ہم بہت رسوخ سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ پورے قرآن و صحیح حدیث کے مجموعے میں کہیں بھی عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ذکر نہیں ہے یہ صرف آپ کی کم علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آپ نے آل عمران کی آیت ۵۵ سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ نتیجہ قرآن و صحیح حدیث کے واضح خلاف ہے۔ کیونکہ میں اسلام اور تقابل ادیان کا ایک طالب علم ہوں میں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب بھی اس نظریے پر لوگوں سے گفتگو یا (Debait) کی تو مجھے آپ کے نظریے والے لوگ منکر حدیث ہی نظر آئے ہیں۔ لہٰذا آپ اگر عربی گرامر جانتے ہوتے تو یہ فحش غلطی کبھی نہ کرتے۔ میں صرف آپ کے سامنے لفظ "متوفی" پر تھوڑی سے روشنی ڈالوں گا جس کا ذکر آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ میں ہے اور آپ نے بھی اس کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾[1]

"اور جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور تجھے کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور تیرے تابعداروں کو کافروں کے اوپر رکھنے والا ہوں قیامت کے دن تک"

اب ہم چند سطور "توفّی" پر گفتگو کریں ان شاء اللہ۔

پادری صاحب نے اس کا معنی مر جانا یا مار ڈالنا کا کیے ہیں۔ معلوم نہیں پادری صاحب یہ جملہ لکھتے وقت کن خیالوں میں گم تھے لفظ توفی صحیح معنی جو اہل عرب کے ہاں معروف ہے وہ یہ ہے جس کی تفصیل ہم یہاں بیان کیے دیتے ہیں۔

"المتوفی" کا مصدر توفی اور مادہ وفی ہے، جس کا اصل اور حقیقی معنی پورا پورا لینے کے ہیں۔ انسان کی موت پر جو وفات کا لفظ بولا جاتا ہے تو اسی لیے کہ اس کے جسمانی اختیارات مکمل طور پر سلب کر لیے جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے موت اس کے معنی کی مختلف صورتوں میں سے محض ایک صورت ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لفظ 'التوفی' فی لغت العرب معناہ الاستیفاء والقبض بذالك ثلاثة انواع احدهما توفی النوم والثانی توفی الموت والثالث توفی الروح والبدن جمیعاً"[2]

[1] آل عمران: 55:3

[2] الجواب الصحیح، ص۴۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی لغت عرب میں توفی کا مطلب استیفاء اور قبض کے لیے آتا ہے، لیکن ان کی تین انواع ہیں۔ ❶ توفی کا مطلب ہے بندہ سو جائے، نیند آ جائے۔ ❷ موت واقع ہو جائے۔ ❸ روح اور جسم کے ساتھ اٹھالیا جائے''

لفظ توفی کا حقیقی معنی ہے روح اور جسم کے ساتھ اٹھا لینے کے ہیں۔ عربی لغت میں توفی کا معنی پورا پورا لینا ہے خواہ مجرد ہو یا مزید ہو۔ باب تفعیل ہو یا باب تفعل اور یہ معنی حقیقی ہوں گے۔

عربی زبان کی مایہ ناز تصنیف لسان العرب میں اس کی وضاحت یوں ہے:

توفی فلانا اور توفاہ اللہ کا مطلب ہے اس کے نفس کو قبض کیا صحاح میں ہے کہ اس کی روح کو قبض کیا۔ ''وتوفیت المال واستوفیتہ '' کا معنی ہے سارے کا سارا مال اس سے لے لیا۔ توفیت عدد القوم سب کو شمار کیا ہے۔[1]

المحیط فی اللغۃ میں ہے:

''توفی فلاں وتوفاہ اللہ قبض نفسہ وتوفیتہ الی الستوفیتہ''[2]

یعنی توفی فلاں وتوفاہ اللہ، اس کا نفس قبض کر لیا، توفیتہ اسکو پورا لے لیا اور توفی لغت میں کسی چیز کو پورا کامل لینا مراد ہوتا ہے۔[3]

اور اگر اسے دوسرے معنی میں تبدیل کیا جائے گا تو وہاں پر اس کا قرینہ موجود ہوتا ہے، اگر وہاں اس کا قرینہ موجود نہ ہوگا تو اس کا حقیقی معنی ہی مراد لیا جائے گا جیسا کہ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ میں حقیقی معنی ہی مراد ہے۔ لغات القرآن میں اس کی لفظ کی صراحت یوں کی گئی ہے ''توفیتنی'' تو نے مجھے اٹھالیا، قبض کیا۔ توفیت، توفّی سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ یہاں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے۔ واضح رہے کہ توفّی کے اصل معنی لغت کسی چیز کے پورا لینے اور اس پر پورے طور

[1] لسان العرب، ج۱۶، صفحہ ۲۵۹
[2] ج۱۰، صفحہ ۴۳۷
[3] تفسیر منار، ج۳، صفحہ ۳۱۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر قبضہ کرنے کے ہیں۔ (لغات القرآن، ج۲، ص ۲۰۸)

قاضی بیضاوی رقمطراز ہیں:

"التوفی اخذ الشیئ وافیا"

"توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورے طور پر لے لینا۔"

(تفسیر انوار التنزیل، ج۱، ص ۲۱۳، طبع میمنیۃ مصر)

جو شخص بھی توفی کا معنی موت لیتا ہے وہ غلطی پر ہے، مزید وہ عربیت سے ناواقفیت کی دلیل فراہم کر رہا ہوتا ہے۔ صاحب لغات القرآن ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

"جن لوگوں کا مذاقِ عربیت پختہ نہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ عام لوگ توفی کا استعمال روح قبض کرنے یا مار ڈالنے کے لیے کرتے ہیں تو وہ روح قبض کرنے ہی کو توفی کے حقیقی معنی سمجھ لیتے ہیں، جو سراسر غلط ہے۔ بلاغت کے نکتہ شناس جانتے ہیں کہ محاورات بلغاء میں اس کا استعمال ہمیشہ اس کے حقیقی معنی یعنی پورا لینے اور قبض کرنے کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (ج۲، ص ۲۰۹)

علامہ خازن بغدادی فرماتے ہیں:

"معنی عرب کا محاورہ "توفیت الشیئی واستوفیتہ" سے ماخوذ ہیں جو پورے طور پر اٹھا لینے کے لیے بولتے ہیں۔"

(کتاب التاویل، ج۲، ص ۹۴، طبع مصر)

لہٰذا ان نحوی قواعد سے واضح ہوا کہ "توفی" کا حقیقی معنی مکمل طور پر اٹھا لینا ہوتا ہے۔ اس کے حقیقی معنی ہرگز موت نہیں بلکہ موت اور نیند کا اطلاق قرینہ کے مطابق ہوگا۔

لہٰذا پادری صاحب کا استدلال تار عنکبوت سے بھی ابتر اور کمزور ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت پر وہاں کسی قسم کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ پادری صاحب نے بغیر کسی قرینہ اور بغیر قاعدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی مرضی کے نتائج کو سامنے پیش کیا جو علمی خیانت ہے۔ پادری صاحب نے لفظ توفی کا مطلب مر جانا یا کسی کو مار ڈالنا ہے کا ذکر کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ہم نے واضح کیا کہ عربی گرامر کے اعتبار سے لفظ توفی کا حقیقی معنی روح اور جسم کے ساتھ اٹھالینا ہے، باقی معنی قرینہ کے مطابق کیے جائیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ توفی کا جو ذکر قرآن مجید میں ہے اس کے ساتھ رفع کا ذکر بھی ہے جو کہ معنی مکمل طور پر روح اور جسم کے ساتھ اٹھانے پر دلیل ہے اور یہ اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا حقیقی معنی کو چھوڑ کر اپنے عقائد کی آبیاری کے لیے مجازی معنی کو اخذ کرنا یہ ناانصافی اور صریح بے علمی کی دلیل ہے۔

لہٰذا پادری صاحب کو چاہیے کہ وہ عربی لغت کے لیے انگریزی ترجمے کے بجائے امہات الکتب کی طرف مراجعت فرمائیں، تاکہ اس طرح کے بے جوڑ دلائل سے وہ دور رہیں۔

پادری صاحب مزید لکھتے ہیں:

"اس کتابچے کے آغاز میں قرآن حکیم سے ایک آیت میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی اور پھر میں نے آپ سے ایک سوال پوچھا۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس سوال کا جواب دیا جائے۔

سورۃ مائدہ ۸۳/۵:

اور وہ جب اس کو سنتے ہیں جو رسول کی طرف سے بھیجا گیا ہے تو ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا، یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں میں لکھ لے جو تصدیق کرتے ہیں"

میں نے سوال پوچھا "اس آیت میں 'وہ' کون ہیں؟ جواب یہ ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں، جنہیں پکے، اور سچے اور مکمل مسلمان کہا گیا ہے۔

پادری صاحب آپ نے بالکل سچ فرمایا کہ یہ وہ لوگ تھے جو عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکار اور مکمل مسلمان تھے، میں بھی آپ کو یہی کہتا ہوں کہ وہ پکے سچے مسلمان تھے۔ آپ بھی ایسے ہی پکے مسلمان ہو جائیں، کیونکہ وہ پکے سچے مسلمان کب ہوئے جب عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو مان کر انہوں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا بھی اقرار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ پادری صاحب آپ نے ہمیشہ کی طرح آدھی بات ہی نقل کی ہے، آخری ایسا کیوں؟ آپ نے قارئین کے سامنے اس آیت کا شانِ نزول کیوں نہیں واضح کیا؟ آپ کتمان حق کی کیوں آبیاری کر رہے ہیں؟

آیئے قارئین یہ سچے مسلمان کون تھے ہم آپ کو مکمل قرآن کی آیت اور صحیح حدیث میں سبب نزول کے ساتھ واضح کرتے ہیں، اور پھر ہم پادری صاحب کے لیے اللہ سے ہدایت کی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان سچے مسلمانوں میں شامل فرمادے۔

شان نزول:

مشرکین مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آکر ۵ھ نبوی میں مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ شاہ حبشہ کے ساتھ قریش مکہ کے تجارتی مراسم تھے۔ ان کا ایک وفد ان کو واپس لانے کے لیے وہاں پہنچا، اور چند درباریوں سے مل کرانہیں تحفے اور تحائف دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ کل جب ہم نجاشی کے سامنے اپنی عرضداشت پیش کریں تو وہ ہماری ہاں میں ہاں ملادیں اور سفارش بھی کریں۔ دوسرے دن اس وفد نے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ ہمارے کچھ لوگ وہاں سے بھاگ کر آپ کے ملک میں آگئے ہیں۔ وہ ہمیں واپس کر دیجیے۔ رشوت لینے والے درباریوں نے بھی ہاں میں ہاں ملادی۔ لیکن نجاشی بڑا انصاف پسند بادشاہ تھا۔ اس نے کہا: جب تک دوسرے فریق کی بات نہ سنوں گا میں انہیں تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ دوسرے دن مہاجر مسلمانوں کو دربار میں بلا کر ان کا بیان لیا گیا۔ جب انہوں نے ان مشرکوں کی ایذا رسانیوں اور مسلمانوں کی مظلومیت کی داستان سنائی تو اس نے مشرکین مکہ کو صاف جواب دے دیا اور انہیں اپنا سامنہ لے کر رخصت ہونا پڑا۔ اسی وفد کے ایک آدمی کو ایک تدبیر سوجھی جس کی کامیابی اسے یقینی محسوس ہونے لگی۔ وہ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا ہم کل پھر دربار میں پیش ہوں گے اور میں ایک ایسی بات پیش کروں گا کہ بادشاہ از خود ان مسلمانوں کو ہمارے حوالہ کر دے گا۔ اور وہ بات یہ تھی کہ اس میں اکثریت عیسائی دنیا میں عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا سمجھتی تھی جبکہ مسلمان انہیں اللہ کا بیٹا نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مانتے تھے۔ فقط اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہی سمجھتے تھے (یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے کلمے کن سے پیدا فرمایا، اس کی تفصیل گزر چکی ہے)۔ چنانچہ دوسرے دن یہ وفد دربار میں حاضر ہوا اور نجاشی سے کہا: ان مفرور بے دینوں سے آپ یہ تو پوچھیے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟ اور کچھ غلط سلط باتیں بھی بتائیں۔ دوسرے دن پھر مسلمانوں کی دربار میں طلبی ہوئی۔ انہیں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ کفار مکہ نے اب ہم پر جو نیا وار کیا ہے وہ کس قسم کا ہے۔ بہر حال ان مظلوم مسلمانوں نے آپس میں یہی طے کیا کہ جو بات بھی کہیں گے سچ ہی کہیں گے خواہ ہمیں اس کی کتنی ہی سزا بھگتنی پڑے۔ مسلمانوں نے اس غرض کے لیے سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے اپنا نمائندہ منتخب کر لیا۔ دوسرے دن جب نجاشی نے مسلمانوں سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سوال کیا تو سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جواب میں سورہ مریم کی متعلقہ آیات پڑھ کر سنا دیں۔ یہ آیات سن کر نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور مسلمانوں سے کہنے لگا "واللہ! جو کچھ تم نے کہا: عیسیٰ علیہ السلام اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں"۔ نجاشی کے اس تبصرہ پر درباری بھی برہم ہوئے اور قریشی سفارت کی تمام امیدوں پر اوس پڑ گئی، مگر نجاشی نے کسی کی بھی پروانہ کی اور مسلمانوں کو اپنے ملک میں رہنے کی کھلے دل سے اجازت دی۔ اور وفد کو بری طرح ذلیل ہو کر واپس آنا پڑا۔ اس واقعہ کے کئی سال بعد نجاشی نے ستر نو مسلم عیسائیوں پر مشتمل ایک وفد مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ لوگ جب قرآن سنتے تو ان پر رقت طاری ہو جاتی، وفور جذبات سے آنسو بہنے لگتے اور زبان سے ﴿ربنا آمنا﴾ کہنا شروع کر دیتے۔ اس آیت میں انہی لوگوں کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

قارئین! یہ وہ واقعہ تھا جسے بغیر نقل کیے پادری صاحب نے اپنی کتاب میں رقم فرمایا۔ مندرجہ بالا واقعہ میں ایمان والے ان لوگوں کو کہا گیا ہے جو نجاشی اور نجاشی کے ساتھی تھے ان کا قبولِ اسلام ہی یہی تھا کہ انہوں نے جیسے ہی قرآن سنا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ابن جریر الطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف بارہ آدمی بھیجے تھے جو آپ ﷺ سے سوال کرنے گئے تھے۔ "فقراء علیھم رسول اللہ ﷺ القرآن فبکوا۔۔۔" کہ جب ان پر قرآن پڑھا گیا تو وہ رونے لگ گئے، انہی کے بارے میں سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۸۳ نازل ہوئی"[1]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "تفیض من الدمع" یعنی ان کی آنکھوں سے آنسوں جاری ہو گئے یہ وہ کاشت کار لوگ تھے جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ نے قرآن سنایا تو وہ ایمان لے آئے (دین اسلام پر) ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم اب اپنے سابقہ مذہب پر تو نہیں لوٹو گے؟ تو وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین (دین اسلام) سے تو ہر گز نہ پلٹیں گے"[2]

ان تمام دلائل و براہین سے واضح ہوا کہ یہ آیات نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئیں، جنہیں پادری صاحب عیسائی سمجھ رہے ہیں، حالانکہ نجاشی کی نماز جنازہ اللہ کے رسول ﷺ نے پڑھائی تھی، جو اس بات کی مبین دلیل ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا چکا تھا اور وہ پکا مسلمان بن چکا تھا، آپ ﷺ کی نبوت کو قبول کر کے۔۔۔

پادری صاحب کیا آپ بھی ان کی طرح پکے سچے مسلمان بننا چاہتے ہیں؟ یا آپ ان لوگوں کی طرح بننا چاہتے ہیں جو مرتے دم تک حق کو قبول نہیں کرتے اور اپنی زندگیوں کو ظلمات اور تاریکیوں میں دھکیلتے ہیں۔ فیصلہ آپ پر چھوڑا۔

پادری صاحب مزید لکھتے ہیں:

[1] تفسیر الطبری، ج۵، ص۶

[2] تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ ان کے وعدہ کیے ہوئے بیٹے کے ساتھ کرنے سے منع فرمایا وہ اللہ تعالیٰ نے بذات خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ہم سب کے لیے کیا۔ یہ محبت کا ایسا عمل تھا کہ جیسا ہم نے بھی نہیں دیکھا کہ کوئی معصوم گنہگار کے لیے اپنی جان دے رہا ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہم سب کی سزا خود اپنے اوپر لے لی"

جناب عالیٰ! پہلی گزارش تو یہ ہے کہ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں اور کہاں کی بات کہاں لے جا رہے ہیں؟ یہ آپ نے واضح نہیں کیا۔ بہر حال ہم آپ کی خدمت میں یہ بات ضرور کہہ دیتے ہیں کہ جو بات آپ نقل کر رہے ہیں یہ بات سو فیصد انصاف کے خلاف ہے۔ جسے ہم نے پچھلے اوراق میں ثابت کیا ہے (کہ تمام انسانیت کی سزا ایک معصوم کو ملے)۔ لہٰذا اس مسئلے پر دین اسلام نے جو روشنی ڈالی ہے وہ مکمل انصاف پر مبنی ہے کہ جو گناہ کرے اسے ہی اپنے گناہ کی سزا کا خمیازہ بھگتنا ہو گا۔ دوسرا کوئی معصوم اس کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا، کمال کی بات رہی دنیائے عیسائیت ظلم کا پہاڑ توڑے گناہ پر گناہ کرے اور سزا بھگتے ایک معصوم؟؟

پادری صاحب کا غلط استدلال قرآن کی آیات سے:

پادری صاحب لکھتے ہیں:

اللہ نے مقدس کتب کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تعلیم دی۔ سچا مسلمان وہ ہے جو ان چاروں کتب یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن حکیم کو پڑھتا اور سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت فرمائی کہ کسی بھی آسمانی پیغام سے متعلق ان کا کوئی سوال ہو جس کا وہ جواب چاہتے ہوں تو ان سے پوچھیں جو اہل کتاب ہیں۔ یہ وہ کتب ہیں جو قرآن سے پہلے لکھی گئی ہیں۔

سورۃ یونس 10:94 میں لکھا ہے:

"اگر آپ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی طرف سے شک میں ہوں، جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیجیے جو آپ سے پہلے کی کتابوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پڑھتے ہیں۔ بے شک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے۔ لہٰذا آپ ہر گز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں"

پادری صاحب کہتے ہیں کہ سچا مسلمان وہ ہے جو ان چاروں کتب کو پڑھے۔ میں ان سے گزارش کروں گا کہ کیا آپ نے واقعی میں ان چاروں کتب کو بغور پڑھا ہے؟؟ اگر آپ چاروں کتب کو بغور پڑھتے تو آپ اتنی علمی خیانتیں نہ کرتے۔ قرآن مجید کی آیات کی من مانی تشریح، مفہوم میں تبدیلی، سیاق و سباق سے ہٹ کر نتیجہ اخذ کرنا یہ تمام چیزیں کتابیں غور سے پڑھنے کی دلیل نہیں ہیں بلکہ عدم غور اور عدم توجہ کی دلیل ہے۔

نوید صاحب کیا آپ سورۃ یونس کے شان نزول سے واقف ہیں؟ اگر نہیں تو آپ کا کم علم ہونا ثابت ہوا اور اگر جواب اثبات میں ہے تو آپ کا کتمان علم کرنا ثابت ہوا۔۔۔

سورۃ یونس کی آیت کا صحیح مفہوم:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ولا تقف ما لیس لك به علم" (الاسراء:۱۷:۳۶) کہ آپ اس چیز کے پیچھے نہ پڑیں جس کا آپ کو علم نہ ہو"

جناب آپ نے جو آیت پیش کی ہے ممکن ہے آپ سادہ انسانوں کو یہ باور کروانا چاہتے ہوں کہ جو وحی آپ علیہ السلام پر نازل ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وحی پر شک میں مبتلا تھے اور شک دور کرنے کے لیے اہل کتاب سے پوچھا کرتے تھے۔۔۔

محترم قارئین!

انصاف کی بات ہمیشہ وہی ہوا کرتی ہے جو مکمل طور پر امانت کے ساتھ نقل کی جائے ادھوری بات کو نقل کرنا اور باقی کو چھوڑ دینا یہ کسی سچے مسلمان کا وطیرہ نہیں ہے اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء کے بارے میں اعلان فرمایا ہے کہ وہ کتمان حق میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَٰبِ وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾[1]

"یقیناً جو ان باتوں کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کی ہیں اور اس کام کے عوض تھوڑا سا دنیوی فائدہ اٹھا لیتے ہیں یہ لوگ دراصل اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام کرے گا نہ (گناہوں سے) پاک کرے گا اور انہیں دکھ دینے والا عذاب ہو گا۔"

لہٰذا سچے مسلمان وہی ہیں جو مکمل طور پر آیات کو اس کے پس منظر کے ساتھ واضح کریں اور یہی اہل علم کا شیوہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو سورۃ یونس میں فرمایا کہ اگر آپ ﷺ شک میں ہیں تو اہل کتاب سے پوچھیں۔۔۔ مندرجہ بالا آیت کو سمجھنے کے لیے چند باتوں کا تفصیلاً ذکر کرنا ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کو ہم رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور آپ ﷺ کی احادیث کے ذریعہ ہی سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جس طرح قرآن مجید آج تک محفوظ ہے بعینہٖ اسی طرح سے قرآن مجید کی تشریح بھی محفوظ ہے۔

شک کرنے والے سے مراد آپ ﷺ ہیں یا امت کے افراد؟:

دراصل اگر عربی اصلوب پر نگاہ دوڑائی جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس قسم کے الفاظ کہ "اگر آپ شک میں ہیں" یا میرے دل کو اطمینان چاہیے وغیرہ سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ واقعتاً متکلم کو شک اور بے چینی ہے۔ کیونکہ عربی جملوں میں اس طرح بھی کہا جاتا ہے کہ کوئی آدمی اپنے بیٹے سے کہے "ان کنت ابنی فبرّنی" (اگر تو میرا بیٹا ہے تو مجھ سے نیکی کر) حالانکہ اس کو شک نہیں ہوتا کہ وہ بیٹا اس کا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾[2]

---

[1] البقرہ: 174:2

[2] المائدہ: 116:5

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اور جب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے کہا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو اللہ کو چھوڑ کر؟"

اس آیت میں فرمایا گیا کہ کیا آپ نے کہا تھا لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے ہر گز یہ نہیں کہا۔ بعینہٖ اسی طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا جا رہا ہے کہ اگر آپ شک میں ہوں یعنی آپ ہر گز شک میں نہیں ہیں بلکہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا اشك ولا أسأل"

"نہ ہی میں شک میں ہوں اور نہ ہی مجھے سوال کی ضرورت ہے"[1]

دراصل اس جملے سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو خطاب ہے۔ کیونکہ ہر آیت میں اولین مخاطب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہوا کرتے ہیں۔ اب غلط فہمی ان لوگوں کی ہے جو کم علمی اور ضیق صدر کی وجہ سے مندرجہ بالا آیت کے صحیح مطالب کی معرفت نہ کر سکے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی بایں طور پر اعلان کر دیا کہ مجھے شک نہیں ہے، اور نہ ہی میں کسی سے سوال کروں گا۔

ابن جریر الطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ولو قال قائل: ان هذه الاية خوطب بها النبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد بها بعض من لم يكن صحت بصيرته نبوته صلی اللہ علیہ وسلم"

"اور اگر کہنے والا کہے کہ اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے دراصل مراد یہاں ان بعض لوگوں کی ہے جن کی بصیرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر مکمل نہیں (یعنی اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ہیں)"[2]

ابو حیان الاندلسی (المتوفی ۷۴۵ھ) فرماتے ہیں:

"والخطاب للسامع عند الرسول، وكثير ما ياتي الخطاب في ظاهر لشخص ولا مراد غيره"[3]

[1] تفسیر الطبری، ج۶، ص۶۱۰

[2] تفسیر الطبری، ج۶، ص۶۱۱

[3] بحر المحیط، ج۵، ص۱۹۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”یعنی اس آیت میں جو خطاب ہے وہ رسول ﷺ سے نہیں ہے بلکہ ان لوگوں سے ہے جو سامعین ہیں، کیونکہ اکثر خطاب کسی شخص سے ہوتا ہے مگر اس خطاب سے مراد کوئی اور ہوا کرتا ہے“

ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

”ان الخطاب للنبی علیہ السلام والمراد عندہ من الشاکین بدلیل قولہ فی اخر السورۃ 'ان کنتم فی شك من دینی' (یونس)“[1]

یعنی یہ خطاب تو نبی کریم ﷺ کو ہے مگر یہاں سے مراد وہ لوگ ہیں جو شک میں مبتلا تھے، کیونکہ سورۃ یونس کی آیت اس بات کی مبین دلیل ہے کہ (آپ ﷺ شک میں نہ تھے بلکہ کوئی اور لوگ تھے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی کریم ﷺ آپ کہہ دیں کہ: 'اگر تم شک میں ہو میرے دین میں' تو معلوم ہوا کہ لوگ شک میں تھے نہ کہ نبی کریم ﷺ۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ خطاب تو نبی کریم ﷺ سے ہے مگر اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں، جیسا کہ قرآن میں دوسرے مقام پر وارد ہے۔۔۔ مزید فرماتے ہیں کہ یہ آیت ”فان کنت فی شك“ کہ اگر آپ شک میں ہوں (سے مراد) اے نبی آپ کہہ دیجیے کافروں سے کہ اگر تم شک میں ہو“[2]

امام شوکانی کی وضاحت سے واضح ہوا کہ یہ خطاب کافروں سے کیا گیا ہے۔

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ نے بڑی عمدہ بات کہی آپ فرماتے ہیں:

”بظاہر یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے، لیکن اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں، اور یہ خطاب محض تاکید مزید کی بنا پر ہے، وجہ یہ ہے کہ ہر نبی منزل من اللہ وحی پر سب سے پہلے خود ایمان لاتا ہے، پھر دوسروں کو دعوت دیتا ہے

① زاد المسیر، ج۴، ص۴۸

② فتح القدیر، ج۲، ص۴۷۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور شک اور ایمان دو بالکل متضاد چیزیں ہیں۔ آپ ﷺ بھلا اس بات میں کیسے شک کر سکتے تھے جس کی تمام دنیا کو دعوت دے رہے تھے اور سننے والوں کے دلوں میں بھی پہاڑ سے زیادہ مضبوط یقین پیدا کر دیے۔‘‘[1]

محمد ابو بکر الرازی رحمہ اللہ مسائل الرازی میں رقمطراز ہیں:

’’قلنا: الخطاب لیس للنبی ﷺ بل لمن کان شاکا فی القرآن وفی نبوۃ محمد ﷺ فکأنہ قال (فان کنت ایھا الانسان فی شك)‘‘[2]

’’یہ خطاب نبی کریم ﷺ کے لیے نہیں ہے بلکہ یہاں مخاطب وہ لوگ ہیں جو قرآن پر شک کرتے ہیں یا نبی کریم ﷺ کی نبوت پر گویا کہ یوں کہا گیا ہے ’ پھر اگر اے انسان تو شک میں ‘ (یعنی یہاں پر شک کرنے والے لوگوں کو خطاب ہے)‘‘

امام القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اس آیت میں خطاب نبی کریم ﷺ سے ہے اور مراد دیگر انسان ہیں، یعنی آپ ﷺ کو شک نہیں بلکہ دیگر لوگوں کو شک ہے ’’فان کنت فی شک الایۃ‘‘ سے مراد کہہ دیں۔ اے محمد ﷺ! کافروں سے کہ اگر تم شک میں ہو جو کچھ ہم نے نازل کیا، آپ ﷺ کی طرف۔۔۔۔۔‘‘[3]

مندرجہ بالا صراحت سے بھی یہ واضح ہوا کہ یہاں شک کرنے والے سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات نہیں بلکہ آپ کو خطاب کر کے مشرکین کو متنبہ کیا جا رہا ہے۔ مزید اس نکتہ پر بھی غور کیجیے دراصل یہ عربی اسلوب ہے بسا اوقات کسی چیز کا اثبات ہوتا ہے مگر وہ نفی پر دلالت کرتا ہے یہ وہ باریک قاعدہ ہے جو ہر معترض پر آشکارا نہیں مثلاً۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] تیسیر القرآن، ج۲، ص۳۲۲

[2] مسائل الرازی، ص۱۳۱

[3] تفسیر القرطبی، ج۴، ص۲۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وان کان مکرھم لتنزول منه الجبال" (ابراھیم: 14:48)

"اور ان کی چالیں ایسی نہ تھیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ ٹل جائیں۔"

کیونکہ اگر پہاڑ ٹل گئے ہوتے تو اپنی جگہ برقرار نہ ہوتے جب کہ سب پہاڑ اپنی اپنی جگہ ثابت برقرار تھے۔ یہ ان نافیہ کی صورت میں ہے، یعنی یقیناً ان کے مکر تو اتنے بڑے تھے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاتے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان کے مکروں کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ لہٰذا نہ ان کے مکر کامیاب ہوئے اور نہ ہی پہاڑ اپنی جگہ سے ٹلے۔

﴿لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّا تَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝﴾[1]

"اگر ہمارا مقصود کھیل ہی ہوتا تو اگر ہم چاہتے تو اپنے ہاں ہی ایسا کر سکتے تھے"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو یہ دنیا صرف کھیل کود ہوتی۔

نہ اللہ نے چاہا اور نہ ہی یہ دنیا کھیل کود بنی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۝﴾[2]

"اے نبی کہہ دیجیے! اگر رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔"

یعنی نہ اللہ کی اولاد ہے اور نہ ہی اس کے سوا نبی کریم ﷺ کسی کی عبادت کرنے والے تھے۔

بعینہٖ اسی طریقے سے سورۃ یونس کی آیت پر بھی غور کیجیے "کہ اگر آپ شک میں ہیں جو ہم نے آپ کی طرف اتارا۔۔۔" تو اس آیت کا بھی مطلب یہی ہے کہ آپ شک میں نہیں ہیں۔ بلکہ مکمل یقین کے ساتھ دعوت الی اللہ میں مصروف العمل ہیں۔

مولانا مودودی مرحوم رقمطراز ہیں:

[1] الانبیاء: 17:21

[2] الزخرف: 81:43

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یہ خطاب بظاہر نبی کریم ﷺ سے ہے مگر دراصل بات ان لوگوں کو سنانی مقصود ہے جو آپ کی دعوت میں شک کر رہے تھے، اور اہل کتاب کا حوالہ اس لیے دیا گیا ہے کہ عرب کے عوام تو آسمانی کتابوں کے علم سے بے بہرہ تھے ان کے لیے یہ آواز ایک نئی آواز تھی، مگر اہل کتاب، کتاب کے علماء میں سے جو لوگ متدین اور منصف مزاج تھے وہ اس امر کی تصدیق کر سکتے تھے کہ جس چیز کی دعوت قرآن دے رہا ہے یہ وہی چیز ہے جس کی دعوت تمام پچھلے انبیاء دیتے رہے ہیں"۔[1]

محترم قارئین!

عربی سے ناواقفیت اور کتب احادیث کی معرفت کے بغیر کسی بھی قسم کی غلطی فہمی اور دھوکہ کا نشانہ ہر گز نہ بنیں۔ اگر مذکورہ بالا آیت نبی کریم ﷺ کو شک کی بناء پر سوال کرنے کا حکم دے رہی ہے اور اس کا وہی مطلب ہے جو پادری صاحب سمجھ بیٹھے ہیں تو ہمارا یہ دعوی ہے کہ مذکورہ آیت کے اترنے کے بعد کیا نبی کریم ﷺ نے اور آپ کے صحابہ نے کسی بھی اہل کتاب سے کچھ پوچھا؟؟

ہر گز نہیں نہ ہی کوئی قرآنِ مجید سے اور نہ ہی احادیث صحیحہ کے مجموعہ سے یہ بات ثابت کر سکتا ہے، بلکہ اس کے بر عکس آپ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نہ ہی مجھے اس پر شک ہے اور نہ ہی مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ قرآن حق ہے"[2]

ان تصریحات سے مکمل طور پر یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید سورۃ یونس کی آیت میں جو شک کا ذکر ہے اس سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ تھے جو دین اسلام کو بغیر سمجھے شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

---

[1] تفہیم القرآن، ج۲،ص۲۱۱

[2] اخرجہ عبدالرزاق فی المصنف: ۱۰۲۱۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اھل کتاب سے مراد کون؟:

ممکن ہے کہ پادری صاحب کو سرسری قرآن پڑھنے سے شاید یہ غلط فہمی بھی لگ گئی ہو کہ اھل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ کو نہیں مانتے صرف عیسیٰ علیہ السلام کو ہی مانتے ہوں۔۔۔

جی نہیں! اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو نبی کریم ﷺ کی نبوت پر ایمان لے آچکے تھے۔

امام الطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ھو عبداللہ بن سلام کان من اھل الکتب فأمن برسول اللہ ﷺ“[1]

(کہ جس آیت میں اہل کتاب سے پوچھنے کا ذکر ہے اس سے مراد) عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں جو اہل کتاب ہوتے ہوئے نبی کریم ﷺ پر بھی ایمان لائے۔ کیونکہ اہل کتاب میں ایسے بھی لوگ تھے جو نبی کریم ﷺ کی نبوت کو دیکھ کر آپ ﷺ پر بھی کامل ایمان لائے۔ دراصل یہ وہی ایمان والے ہیں جو کامل ایمان کے ساتھ تھے اور جن کی گواہی قرآن مجید نے بھی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے اہل کتاب کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝﴾[2]

”اہل کتاب میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر جو تمہاری طرف اتارا گیا اور اس پر بھی جو ان کی طرف اتارا گیا، وہ اللہ کے حضور عاجزی کرتے ہیں اور تھوڑی سی قیمت کے عوض اللہ کی آیات کو نہیں بیچتے، ایسے لوگوں کا اجر ان کے رب کے ہاں موجود ہے۔ بلاشبہ اللہ حساب چکانے میں دیر نہیں کرتا“

[1] تفسیر الطبری، ج۶، ص۶۱۰

[2] آل عمران: ۱۹۹/۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت مبارکہ نے صحیح ایمان والے اہل کتاب کی وضاحت کر دی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ساتھ لازمی طور پر محمد ﷺ کی نبوت پر بھی ایمان لائیں گے۔۔۔

لہٰذا اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان لائے ایسے لوگ ہی دراصل سچے مومن ہیں۔ کیونکہ ایسے سچے مومن اچھے طریقے سے جانتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر آسمانی کتب میں واضح طور پر موجود ہے اور وہ جس طرح اپنی اولادوں کو پہچانتے ہیں بعین اسی طرح نبی کریم ﷺ کی نبوت کو بھی پہچانتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی پیشن گوئیاں ہم نے سابقہ اوراق میں ثابت کیں ہیں۔

پادری صاحب لکھتے ہیں:

> ''قرآن میں سورۃ الانعام ۱۱۶-۱۱۵ پڑھیں کیا اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا ڈھونڈوں؟ حالانکہ اس نے تم پر کھلی کتاب اتاری ہے اور جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ سچائی کے ساتھ تیرے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ پس تو جھگڑا کرنے والوں میں نہ بن۔ اور تیرے رب کی بات حق اور انصاف کے ساتھ پوری ہو کر رہے گی۔ اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

مذکورہ بالا آیت میں کتاب سے مراد کونسی کتاب تورات، انجیل یا قرآن مجید؟:

یہ رسول اللہ ﷺ کا خطاب مشرکین مکہ کو ہے جنہوں نے کہا تھا کہ یہود اور نصاریٰ دونوں اہل کتاب بھی ہیں اور عالم بھی ہیں۔ لہٰذا آپ ان میں سے کسی کو ثالث تسلیم کر لیں۔ جو ہم میں فیصلہ کر دے کہ ہم میں حق پر کون ہے یا وہ صلح یا سمجھوتے کی کوئی راہ نکال دیں۔ ان کی اس تجویز کا جواب آیت میں دیا جا رہا ہے کہ میرا حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے جس نے ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں ہدایت کی وہ ساری باتیں آ گئی ہیں جو تورات اور انجیل میں ہیں۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی بتلاتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابوں سے کیا سلوک کیا کن کن آیات کی لفظی اور معنوی تحریف کر چکے ہیں اور کون کون سی آیات کو چھپا رہے ہیں۔ تو کیا میں محمد ﷺ کو چھوڑ کر ایسے غلط کار لوگوں کو اپنا منصف تسلیم کروں؟ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

یہ وہ خلاصہ ہے جو مختلف کتب سے ماخوذ ہے اور آیت مبارکہ کا پس منظر ہے۔ لہٰذا اس آیت میں جس کتاب کا ذکر ہے جو فیصلہ کن ہے وہ قرآنِ مجید ہے نہ ہی کہ تورات اور نہ ہی انجیل ہے، اور کھلی کھلی نشانیاں بھی قرآنِ مجید ہی کو قرار دیا جا رہا ہے۔

لہٰذا کہیں پادری صاحب کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ یہاں کتاب مفصل سے مراد بائبل ہے۔ مندرجہ آیت میں کتاب مفصل قرآنِ مجید ہی کو کہا گیا ہے۔ کسی اور آسمانی کتاب کو نہیں۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"'الکتاب' القرآن 'والمفصل' المبین الذی بان فیه الحق من الباطل والامر من النهی والحرام من الحرام"[1]

یہاں آیت میں 'الکتاب' سے مراد قرآن مجید ہے اور 'المفصل' سے مراد وہ قرآن کا واضح بیان ہے جو حق کو باطل سے جدا کرتا ہے اور امر اور نہی اور حلال کو حرام سے الگ کرتا ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ کتاب (قرآنِ مجید) نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ اہلِ کتاب کے لیے بھی نازل ہوئی ہے"[2]

لہٰذا آیت مبارکہ میں 'الکتاب' سے مراد قرآنِ مجید ہی ہے، کیونکہ یہی وہ واحد کتاب ہے جو اپنی اصلی حالت میں صحیح سالم موجود ہے۔ نہ ہی اس میں کوئی تبدیلی ہوئی

[1] زاد المسیر، ج۳، ص۸۴
[2] تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص۱۱۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی کوئی قرآن مجید کے چیلنج کو قبول کرنے کی سکت رکھتا ہے۔ قرآن مجید نے اپنی صداقت کو ثابت کرنے کے لیے ایک بہترین ٹیسٹ مہیّا کیا ہے جسے (Falsification Test) کہا جاتا ہے۔ دنیا کی واحد کتاب قرآن ہی ہے جو یہ ٹیسٹ پیش کر رہی ہے۔ اور اس ٹیسٹ میں پورا اترتی ہے، مثلاً

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ ۖ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ۝ ﴾[1]

"اور اگر تم شک میں ہو جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا تو لے آؤ اس جیسی ایک سورت اور اپنے حمایتیوں کو بھی بلا لو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ اور تم نہ کر سکو گے بلکہ ہر گز نہ کر سکو گے۔ پس ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ ہیں اور پتھر جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

یہ قرآنی چیلنج تا قیامت اپنی جگہ برقرار رہے گا، آج تک کوئی بھی اس چیلنج کو قبول نہیں کر سکا اور نہ ہی کوئی قرآن جیسا یا اس طرح کی دس سورتیں یا ایک ہی سورت بنا سکا۔ یہی وجہ ہے قرآن کے محفوظ ہونے کی کہ اس میں ایک شوشہ کیا نکتہ تک نہیں بدلہ۔ موجودہ دور پر نگاہ ڈالیے۔ دمشق، مصر، شام، بیروت، فلسطین اور ایک رپورٹ کے مطابق سعودی عرب میں نسل در نسل کرسچن جو کہ ایک کروڑ سے زیادہ کی تعداد میں رہائش پذیر ہیں۔ جن کی مادری زبان عربی ہے جو عربی زبان میں نظم و نثر لکھنے پر قادر ہیں۔ جن کے جرائد و اخبار عربی زبان میں نشر ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے دانشمند، زعماء، پر مغز ادیب اور شاعر موجود ہیں۔ وہ آج اتنی ترقی کے باوجود ٹیکنالوجی کے

[1] البقرۃ: 2:25-24

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہوتے ہوئے کیوں قرآنِ مجید کے چیلنج کو جھوٹا ثابت نہیں کر پا رہے۔ یہ وہی ادیب، نحوی ہیں جنھوں نے عربی لغت کی مایہ ناز کتابیں قطر المحیط المنجد، اقرب الوارد اور المحیط جیسی کتابیں لکھیں۔ وہ کیوں قرآنِ مجید جیسی کتاب نہیں لکھتے؟ یا وہ دس سورتیں ہی بنا کر لائیں نہیں تو دس آیات ہی صحیح بلکہ صرف ایک آیت ہی اس جیسی لے آئیں۔ یاد رکھیں قارئین! جو جتنا زیادہ عربیت میں ماہر اور اس پر دقیق نگاہ رکھنے والا ہوگا وہ اتنا ہی قرآن سے مرعوب اور متاثر ہوگا اور اس کے خدا کا کلام ہونے کا معترف ہوگا۔

میری گزارش ہے کہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے آخری کلام اور آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئیں، اسی میں ہمارے لیے دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔

نوٹ: محترم قارئین! پادری نوید ملک صاحب کے دلائل کا رد ہم نے دلائل سے کیا ہے، بغیر کسی تعصب اور بغض کے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے۔ اسی لیے ہم نے اپنی کتاب میں انتہائی شائستہ گفتگو کی ہے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ سے کہ وہ ہم سب کو قرآن مجید اور فرمان نبی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خصوصاً میں جناب پادری نوید ملک صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنی کتاب پر نظر ثانی کریں۔ میں اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے مخلصانہ طور پر دعا گو ہوں۔

انا احقر من العباد
محمد حسین میمن
خادم حدیثِ رسول ﷺ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ادارہ کی مطبوع اور غیر مطبوع کتب

1. اسلام کے مجرم کون؟
2. اصول و مبادی پر تحقیقی نظر
3. قرآنِ مقدس حدیث مقدس
4. احادیثِ متعارضہ اور ان کا حل
5. مختصر تفسیر سورۃ فاتحہ
6. قرآن اور حدیث و مسائل جنین
7. تفہیم حدیث
8. عیسائی علماء و مستشرقین کے اعتراضات اسلام پر اور ان کے جوابات
9. مباھلہ قرآن و حدیث کی روشنی میں
10. نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث میں موجودہ پانچ مسائل کے حل
11. صحیح مسلم کی دو بظاہر متعارض احادیث میں تطبیق
12. صحیح بخاری کی احادیث اور اس کے ابواب میں مناسبت (عون الباری فی مناسبات علی تراجم البخاری)
13. حدیث بھی کتاب اللہ ہے اور اس کا انکار کفر ہے
14. منکرین حدیث کے ایک سو دو سوالات کے جوابات
15. حدیث اور جدید سائنس

اسلامک میسج آرگنائزیشن

(ادارہ تحفظِ حدیث فاؤنڈیشن)

Web: www.islamicmsg.org
Email: info@islamicmsg.org
Facebook: islamicmessageorganization